بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر ۱

کلمہ کی دعوت

حصہ اوّل

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی

Mohammad Hussain Sopore

کلمہ کی دعوت (مجلّد)

حصّہ اوّل ۔ دوم

حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی

مرتب : مولانا محمد الیاس صاحب قاسمی

جب ہمارے درمیان حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بیانات نہیں رہیں گے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا کی قسم دعوت کی سطح بلند نہ ہوگی۔

ناشر

فائز بک ڈپو

FAAIZ BOOK DEPOT ™

232, Basement, Near Karim Hotel, Hazrat Nizamuddin
West, New Delhi-110 013 (INDIA)
Ph.: 011-41825856 • Fax: 011-24353414

Visit us : www.faaizbook.com - www.zonexexport.com
Email: faaizbook@gmail.com

An ISO 9001: 2008 Certified Co.

نام کتاب	:	**کلمہ کی دعوت (مجلّد)** حصہ اول۔دوم
بیان	:	حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی
مرتب	:	حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قاسمی
صفحات	:	۱۵۸
باہتمام	:	سفیان مرزا
تعداد	:	۲۱۰۰
سن اشاعت	:	۲۰۱۱
تزئین وکمپوزنگ	:	حافظ عاشق الٰہی ارریاوی
سائز	:	23X36/16

ISBN 938122807-8

9789381228074

fbd 000021

اسباب کا مل جانا بھی امتحان

اور

اسباب سے کام بن جانا بھی امتحان

اسی کتاب میں ہے مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کا وہ بیان
جو ۲۲ ستمبر ۲۰۰۱ء عیدگاہ نئی دہلی میں ہوا

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون
8	۱- پوری بات دھیان سے سنی جاوے اور پوری بات دعوت میں لائی جاوے بیان مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی تاریخ: ۲رنومبر ۲۰۰۱ء جگہ: رائے ونڈ، پاکستان
13	۲- مبلغ اول، داعی اول خود اللہ کی ذات ہے اللہ تعالیٰ خود کلمہ کی دعوت دے رہے ہیں بیان مولانا محمدسعد صاحب کاندھلوی تاریخ: ۲۲رستمبر ۲۰۰۱ء جگہ: عیدگاہ، نئی دہلی
77	۳- ہم آسانی کی دعوت ہرگز نہیں دیں گے اس آسانی نے تو کام کی سطح بالکل گرادی بیان مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی تاریخ: ۱۴راگست ۲۰۰۰ء جگہ: بنگلے والی مسجد، حضرت نظام الدین، نئی دہلی

ایک اہم اصول

ایک بیان میں حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ نے ''بنگلے والی مسجد'' کی ایک کارگذاری سناتے ہوئے فرمایا، کہ بیرون ملک کے کچھ ذمہ دار ساتھی ایک بار حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا انعام الحسن صاحبؒ) سے ایک بات پوچھنے کے لئے یہاں (دہلی) آئے۔

حضرت جی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اسلئے وہ آرام کررہے تھے، تو ہم نے ان ذمہ داروں سے ملاقات کی، ان ذمہ داروں میں سے ایک نے ہم سے کہا، کہ بھائی ہمارے ملک میں جماعتیں جو آتی ہیں، تو کوئی جماعت بتاتی ہے کہ کام یوں کرو اور کوئی کہتا ہے کہ نہیں ایسے کرو، تو ہم سارے لوگ پریشان ہیں کہ کس کی بات مانیں اور کام کیسے کریں ہر ایک حوالہ دیتا ہے بڑوں کا، کوئی کہتا ہے! کہ میں نے خود بڑے حضرت جی (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) سے یوں سنا ہے۔ کوئی کہتا ہے! کہ میں نے بڑے حضرت جی سے یوں سنا، کوئی کہتا ہے! کہ میں نے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

کوئی کہتا ہے! کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے جس سے کہا، میں نے اس سے سنا، اب ہم سارے پریشان ہیں کہ کیا کہیں اور کس طرح کام کریں، کیوں کہ ہر ایک بڑوں کا حوالہ دیتا ہے۔ ہم لوگ تو حضرت جی سے صرف یہی مشورہ کرنے کے لئے آئے ہیں کہ حضرت ہم لوگوں کو بتائیں کہ ایسے موقع پر ہم لوگ کیا کریں؟ کیونکہ سارے لوگ الگ الگ بات بتلاتے ہیں۔

تو میں نے ان سے کہا! کہ بھائی دیکھو، ہماری سمجھ میں تو یوں آرہا ہے کہ بڑوں نے

جو بات کہی، اس کا مطلب وہ ہوگا، جو اس وقت کا امیر بتائے۔

اس وقت کا امیر جو بتائے وہ اس بات کا مطلب ہمیں سمجھنا چاہیئے۔

سنا آپ سب نے بھی (مجمع سے مخاطب ہوکر کہا) کہ امیر الوقت جو بتائے اس پر سب کو جمنا چاہیئے، اس پر مثال ہم نے انہیں ابو بکر صدیقؓ والی دی۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے پر چاروں طرف سے ہنگامے کھڑے ہوگئے اب سب کی رائے یہ ہے کہ حضرت اسامہؓ کا لشکر ملک شام بھیجنے کے بجائے مدینہ منورہ میں ٹھہرایا جائے، کیونکہ چاروں طرف سے حملہ کی خبر ہے۔

تو اس پر ابو بکرؓ نے سارے صحابہؓ کے ذہن کے اندر یہ بات ڈالی کہ یہ تین ہزار کی جماعت کیا کرے گی جب اللہ کی مدد ہی رک جائے۔

اللہ کی مدد آئے گی جب، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری ہو کہ ''اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرو'' ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

''اِنْفِرُوْا جَیْشَ اُسَامَةَ'' اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو، سنا تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تمام صحابہ نے، ابو بکر صدیقؓ نے بھی یہ سنا اور دیگر صحابہ نے بھی سنا، لیکن اوروں نے اس کا مطلب کیا سمجھا اور ابو بکر صدیقؓ نے اس کا مطلب کیا سمجھا۔

اوروں نے صرف اتنا سمجھا کہ اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ اور امیر الوقت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہ کے لشکر کے علاوہ پورے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو نکلنے کے لئے کہہ دیا کہ سب مدینہ خالی کرو، یہ ابو بکر صدیقؓ نے سمجھا، اس پر سب لوگوں نے لبیک کہہ کر مان لیا۔ تو ہم نے ان لوگوں سے کہا کہ، یہ اصول قیامت تک رہے گا۔ کہ جو بات امیر الوقت کہہ دے، وہ سب کو ماننے میں ہی خیر ہے، اس کے اندر کسی قسم کا فرق نہیں کرنا چاہیئے۔

تو میں نے ان سے کہا اتنی بات تو میری آپ سے ہوگئی، اب حضرت جی جب اٹھیں گے تب ان کے پاس چلیں گے۔

حضرت جی بیدار ہوئے، ان سب کو لے کر ہم حضرت جی کے پاس حاضر ہوئے اور جو بات ہم نے ان لوگوں سے کہی تھی، وہ بات ہم نے حضرت جی کے سامنے رکھ دی، کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اگر لوگ الگ الگ بات بتائیں تو ہم کیا کریں؟

تو ہم نے ان سے یہ کہا کہ جو بات امیر الوقت کہے یا بتائے وہ ان کو کرنا چاہیئے، تو حضرت جی نے فرمایا! کہ ہاں، یہ مناسب ہے۔

اس کے بعد پھر وہ لوگ اپنے ملک واپس چلے گئے۔

تو میرے محترم دوستو، بزرگو! رائے الگ الگ ہونا، کوئی حرج کی بات نہیں ہے، رائے الگ الگ ہو سکتی ہیں، لیکن امیر الوقت جو بات کہے بس اسی بات کو ماننے میں ہی خیر ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر پالنپوریؒ کے بیان کا ایک حصہ

(اس بیان کی ٹیپ ریکارڈ کیسٹ محفوظ ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی

تاریخ : ۲ نومبر ۲۰۰۱ء

جگہ : رائے ونڈ، پاکستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! اس وقت ایک بہت اہم ذمہ داری ہے اور وہ ذمہ داری یہ ہے کہ بات کو دھیان سے سننا اور جو سنا اسکو اپنی دعوت میں لانا، اگر بات دھیان سے نہ سنی گئی تو بات دعوت میں ادھوری آئے گی۔

اسلئے بات کو دھیان سے سننا اور پھر اسکو اپنی دعوت میں لانا کیونکہ:

جو بات دعوت میں آئے گی وہی بات یقین میں آئے گی، جو بات دعوت میں نہیں آئے گی وہ یقین میں نہیں آئے گی، اور جب یقین میں نہیں آئے گی تو عمل میں آ ہی نہیں سکتی، دین کے عمل میں آنے کا راستہ یقین ہے اور یقین میں آنے کا راستہ دعوت ہے۔

اسلئے سب سے پہلی بات عرض ہے کہ بات کو خوب دھیان کے ساتھ سنا جائے، پوری بات سنی جائے اور پوری بات دعوت میں لائی جائے کیونکہ دین زندگیوں میں یقین کے راستہ سے آئے گا، معلومات کے راستہ سے نہیں آئے گا اور یقین دعوت سے حاصل

ہوگا۔ دعوت کا خاصہ ہے یقین کا پیدا کرنا۔

ابھی تک دین کہنے، سننے میں آرہا ہے،

جب دین دعوت میں آئے گا تو یقین میں آئے گا اور دین دعوت میں جب آئے گا جب کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی حقیقت دعوت سے حاصل کی جائے گی۔

اسلئے بات کو دھیان سے سننا ہے اور اسی بات کو اپنی دعوت اور محنت میں لانا ہے کیونکہ جو چیز محنت سے آئے گی وہی یقین میں آئے گی۔

یقین سب سے پہلی شرط ہے کیونکہ بغیر یقین کے وعدے پورے نہیں ہوتے جب دین سے وعدے پورے ہوتے نظر نہیں آتے تو باوجود دین کا علم ہونے کے دین نگاہوں میں گری ہوئی چیز اور ذہنی طور پر ہلکی چیز اور ماحول کے اندر ایک رسمی چیز بن جاتا ہے۔

دین سے کامیابی یقین کے بقدر ملے گی اسلئے کہ اللہ کے وعدے اسکے حکموں کے ساتھ ہیں اور اللہ کی قدرت وعدوں کے ساتھ ہے۔

اگر اللہ کے وعدوں کا یقین نہیں تو اعمال کے ذریعہ اللہ کے خزانوں سے فائدہ نہیں مل سکتا، اللہ ربُّ العزّت کی ذات عالی سے براہ راست استفادہ کے لئے کائنات کا یقین نکلنا شرط ہے۔

کائنات کے یقین کے ساتھ اللہ کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے کا کوئی راستہ نہیں اسلئے سب سے پہلے انبیاءؑ کو جو دعوت دی گئی ہے اور جو کلمہ دے کر بھیجا گیا ہے وہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

میرے بزرگو، دوستو، عزیزو! یہ سب سے بڑی مایا اور یہ سب سے بڑی دولت جس کو حاصل کئے بغیر انسانوں کی ہر قسم ذلت میں، پریشانیوں میں، تکلیفوں میں پڑی ہوئی ہے اور ہمیشہ پڑی رہے گی۔ وہ قیمتی چیز سیکھنے کی ایمان ہے۔ کبھی امت ذلت میں سے بغیر

ایمان کے نہیں نکلی۔

جتنا بھی سامان ہوا، جتنے بھی ہتھیار ہوئے ان سب کے ساتھ ذلت یقینی رہی۔

عزت اکرامت کو ملی ہے تو صرف ایمان سے، عزت اگر ملی ہے تو کلمہ سے، عزت اگر ملی ہے تو اعمال سے، لیکن امت ایمان کے بنانے اور کلمہ کی دعوت سے اتنی ناواقف ہوگئی ہے کہ گویا ایمان کی دعوت ایمان والوں کے لئے ضروری نہ رہی بلکہ ایمان کی دعوت، کلمہ کی دعوت غیروں کے لئے سمجھی جانے لگی ہے۔ اللہ نے کلمہ کی دعوت پر جس کو جمایا تھا اور جسے کلمہ کی دعوت کا مکلف بنایا تھا وہ خود ایمان والے تھے۔

سب سے بڑی بھول اور چوک یہ ہوئی کہ ایمان والوں نے ایمان کی دعوت، ایمان والوں نے ایمان کی محنت اور ایمان والوں ہی نے ایمان کے بنانے سے غفلت برتی۔

ایمان والوں نے ایمان کی دعوت چھوڑ دی اور اس غلط فہمی میں چھوڑ دی کہ انھوں نے ایمان کی دعوت کو غیروں کے لئے سمجھا، کلمہ کی دعوت کو غیروں کے لئے سمجھا، حالانکہ اللہ رب العزت خود ایمان والوں سے کہہ رہے ہیں: ایمان والو ایمان لاؤ۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۳۶)

ایمان والوں سے کہہ رہے ہیں ایمان لاؤ، کافروں سے نہیں کہہ رہے ہیں ایمان لاؤ۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اٰمِنُوْا۔

یہ نہیں کہہ رہے ہیں۔ ایمان والوں سے کہہ رہے ہیں کہ اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو، وہ ایمان لاؤ جو ہمارے یہاں مطلوب ہے، اے لوگو! اس طرح ایمان لاؤ جس طرح صحابہ کرام ایمان لائے ہیں۔ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (سورۂ بقرہ، رکوع ۲)

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ناس سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ اسلئے قیامت تک آنے والے انسانوں کو، قیامت تک آنے والے ایمان والوں کو اللہ کی طرف سے ایمان صحابہ کی

دعوت ہے۔ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ۔ اللہ رب العزت خود ایمانِ صحابہ کی دعوت دے رہے ہیں۔

ایمان سے غفلت یہ تمام ذلتوں کا اور تمام پریشانیوں کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اس لئے میرے دوستو! بغیر ایمان کے جتنے بھی وعدے اللہ کے اوامر کے ساتھ ہیں وہ بغیر یقین کے کبھی پورے نہیں ہوتے، یعنی بغیر ایمان کے اللہ کے وعدے کبھی پورے نہیں ہوتے۔

اللہ رب العزت نے جتنے بھی وعدے کئے ہیں۔ وہ تمام وعدے اعمال کے ساتھ ہیں، لیکن ان عملوں پر اللہ کے وعدے جب پورے ہوں گے، جب اللہ کے وعدوں کا ان عملوں پر پورا ہونے کا یقین ہوگا۔ اللہ کے وعدوں کا یقین نہیں تو پھر عمل کے کر لینے پر وعدے پورے نہیں ہوتے۔ عمل کے علم پر بھی وعدے پورے نہیں ہوتے۔ کہ ہاں ہمیں عمل کا علم ہے۔

عمل ہے پر اس عمل پر اللہ کے وعدے پورے ہونے کا یقین نہیں ہے تو وہ عمل انتہائی رسمی، وہ عمل بے جان، جس عمل پر اللہ کے وعدوں کا یقین نہ ہو۔ جس عمل میں احتساب نہ ہو کہ اللہ اس عمل پر ہمیں کیا دیں گے اس لئے میرے دوستو! یاد رکھیں اس بات کو سب، جتنے بھی نئے پرانے ہیں کہ بغیر ایمان کے نہ عمل بن سکتا ہے، نہ بغیر ایمان کے اعمال پر اجر مل سکتا ہے، نہ بغیر ایمان کے پورا دین زندگیوں میں آسکتا ہے۔

زندگی میں پورا دین آنے کے لئے اس دین سے پوری کامیابی لینے کے لئے ایک ہی شرط اور ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ کے وعدوں کا یقین سیکھا جائے۔ ایمان، ایمان کی حقیقت کے ساتھ حاصل کیا جائے۔ جب ایمان نہیں ہوتا تو اعمال کرنے کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں، یا عمل کرے گا حالات کی وجہ سے، یا عمل کرے گا عادت کی وجہ سے، یا

عمل کرے گا خواہش کی وجہ سے، یا عمل کرے گا ماحول کی وجہ سے، یا عمل کرے گا سیاست کی وجہ سے۔

ان وجوہات کی وجہ سے عمل کرنا یہ دین نہیں ہے۔ بلکہ دین کے ساتھ کھیل ہے۔ دین کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے اندر اللہ کے حکم کو پورا کر کے دُنیا و آخرت کی کامیابی کا یقین ہو، یعنی اپنے دین سے اسے کامیابی کا یقین ہو، یہ علامت ہے ایمان کی۔ جب ایمان نہیں ہوگا تو اعمال نہ جانے کن کن وجوہات سے کئے جائیں گے۔

اللہ کے حکم کو پورا کرنے میں جو رکاوٹ آئے گی میں ان رکاوٹوں کی کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔ کیونکہ رکاوٹ اللہ کی طرف سے ہمیں آزمانے کے لئے بھیجی گئی ہے۔ مجھے کامیاب کرنے کے لئے، کہ اس سے ہماری تربیت بھی اللہ کریں گے اور ترقی بھی ہوگی ہماری۔ یہ ضابطے ہیں اللہ کے کرنے کے۔

یہ ایمان کا تقاضہ ہے، یہ ایمان کی علامت ہے، جب یہ ایمان نہیں رہتا، تو میرے دوستو! اعمال اندر کا تقاضہ نہیں رہتے، بلکہ وہ عمل ماحول کی وجہ سے یا عادت اور حالات کی وجہ سے کئے جاتے ہیں، اس لئے یہ ساری محنت ہی ایمان کے بنانے کی ہے۔

اس کام کی بنیاد، اس کام کا مقصد، نبیوں کی بعثت کا مقصد، نبیوں کی محنت کی ابتدا۔

شریعت تو ہر نبی کو بعد میں ملی، سب سے پہلے ہر نبی نے کلمہ کی دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ ہم نے جو نبی بھیجا اس کو سب سے پہلے کلمہ کی دعوت دی ہے بلکہ اللہ کی طرف سے خود سب سے پہلی دعوت کلمہ کی ہے۔

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (سورۂ طٰہٰ، رکوع ۱)

ہر نبی کو اللہ نے یہی دعوت دی اور پھر اسی دعوت کی نبیوں نے اپنی قوموں کو دیا۔ موسیٰ کو سب سے پہلے اللہ پاک خود اسی کلمہ کی دعوت دے رہے ہیں۔

بیان مولانا محمد سعد صاحب

تاریخ : ۲۲ ستمبر ۲۰۰۱ء

جگہ : عیدگاہ، نئی دہلی

مبلغ اوّل داعی اوّل خود اللہ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ خود کلمہ کی دعوت دے رہے ہیں۔

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (سورۂ طٰہٰ، رکوع ۱)

پھر نبیوں سے کلمہ کی دعوت دلوائی، جتنے بھی یقین بگڑے ہوئے، جتنے بھی عقائد بگڑے ہوئے، جتنی بھی ظلمتوں میں قوم پڑی ہوئی، ہر نبی نے اپنی ابتدا کلمہ سے کی ہے۔ یہ وہ قومیں ہوتی تھیں جو قومیں پہلے ایمان پر تھیں۔ جس نبی کی بھی قوم ہوئی۔ ہوتا یہ تھا کہ جب نبی جاتے تھے تو دعوت بھی ان کے ساتھ جاتی تھی۔

جب دعوت گئی تو یقین بگڑے، جب یقین بگڑے تو اعمال بگڑے، پھر اعمال کے بگڑنے پر یقین اعمال سے ہٹ کر اسباب پر آیا، پھر اسباب کے تقاضے کی وجہ سے اعمال بالکل چھوڑ دیئے۔

میرے دوستو! جب دین سے کامیابی کا یقین نہیں رہا کرتا تب دین زندگیوں سے نکل جایا کرتا ہے۔ ہم اپنے دین سے کامیابی کا یقین اپنے اندر پیدا کریں، یہ دین کا ہم پر حق ہے کہ اس سے کامیابی کا یقین ہمارے اندر ہو۔ ہر زمانے کی کارگذاری ہے یہ۔ یعنی ہر نبی کے زمانے کی یہی کارگذاری ہے کہ:

نبی آئے، ساتھ میں کلمہ کی دعوت لائے، کلمہ کی دعوت دین کو زندگی میں کھینچ لائی، نبی گئے، ساتھ میں ان کی دعوت گئی، دعوت کے جاتے ہی دین زندگی سے نکلنا شروع ہوگیا، یعنی یقین کیا گیا دین کو ساتھ لے گیا۔ اسلئے کہ کلمہ کی دعوت سے یقین تھا اور یقین

سے دین تھا۔ ہاں یقین ہوگا تو دین آ جاوے گا، یقین یعنی ایمان، دین یعنی اسلام، ہاں، نبی گئے تو دعوت گئی، دعوت گئی تو ایمان گیا، ایمان گیا تو اسلام بھی گیا۔ صرف اسلام کی شکل رہ گئی۔

تو اگلے نبی نے آ کر پھر اس قوم پر محنت کی۔ ہر دو نبیوں کے درمیان کا جو وقفہ ہوتا تھا، اس وقفہ میں دعوت کے نہ ہونے کی وجہ سے قوم گمراہ ہو جایا کرتی تھی۔ اسلئے کہ ایمان کے بنانے کا سامان ختم ہوگیا اور ایمان کے بنانے کا جو سب سے بڑا یقینی سبب ہے دعوت الی اللہ، وہ ختم ہوگیا۔

جب دعوت اِلَی اللہ ختم ہوگئی تو پھر اللہ کی ذات کا یقین بھی دل سے نکل گیا۔ یعنی یقین ختم ہوگیا۔ اسلئے کہ یہ بات تو یقینی ہے کہ جس چیز کی دعوت دی جائے گی، اس چیز کا یقین بنے گا، یہ بات تو فطرت میں ہے انسان کی کہ جس چیز کی دعوت دی جائے گی اس چیز کا یقین بنے گا۔

دعوت ملک و مال کی ہو، یا دعوت اسباب کی ہو، یا دعوت تجارتوں کی ہو، یا دعوت صحت کے لینے میں ڈاکٹروں کی ہو، یا دعوت امن کے لینے میں حکومتوں کی ہو، یا دعوت حفاظت کرنے میں ہتھیاروں کی ہو۔

یہ بات تو یقینی ہے کہ جس چیز کی دعوت دی جائے گی اس چیز کا یقین آئے گا۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ دعوت اسباب کی ہو اور یقین اعمال کا ہو، اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوگا کہ دعوت اعمال کی ہو اور یقین اسباب کا ہو، ایسا بھی کبھی نہیں ہوگا کہ دعوت اسباب کی ہو اور ان اسباب میں اللہ کی مدد آوے، ایسا بھی کبھی نہیں ہوگا۔ اسباب کے راستے اللہ کی مدد جب آتی ہے جب اسباب کا یقین نکل جاوے۔

جب اسباب کا یقین نکلا ہوا ہوگا تو جتنے اسباب ہماری راحت کے ہیں، غیروں کے

لئے یہ ہلاکت کے اسباب بن جائیں گے اور غیروں کی ہلاکت کے اسباب ایمان والوں کے لئے راحت کے اسباب بنا دیئے جائیں گے یعنی بات ہی پھر پلٹ جاوے گی کہ اللہ نے جتنے ہلاکت کے اسباب بنائے ہیں وہ سارے کے سارے اسباب ایمان والوں کے لئے راحت میں استعمال ہوں گے، اور ایمان والوں کے راحت کے اسباب باطل کے لئے ہلاکت میں استعمال ہونگے کہ اللہ تعالیٰ یقین والوں کے لئے اپنی قدرت کا استعمال کر کے اسباب کی شکلوں کو بدل دیتے ہیں کہ لاٹھی کو سانپ میں بدل دیتے ہیں، آگ کو باغ میں بدل دیتے ہیں، دریا کو راستے میں بدل دیتے ہیں۔ اُحد میں عبداللہ بن جحشؓ کی ٹہنی کو تلوار میں بدل دیتے ہیں۔

تمام نبیوں کے ساتھ جو واقعات ہوئے اس مین یہی ملے گا کہ یقین والوں کے لئے پانی میں راستے اور نہ ماننے والوں کے لئے یہ پانی ہلاکت کا ذریعہ۔ اللہ ربُّ العزّت نے اسباب بنا کر انسانوں کے ہاتھ میں نہیں دے دیئے، نہیں بلکہ اللہ ربُّ العزّت نے اسباب بنا کر اپنی قدرت میں رکھے۔ ان اسباب سے ایمان والے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اگر ایمان نہیں ہے تو پھر اللہ ربُّ العزّت کے خزانوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ کیونکہ اللہ کے خزانے سے فائدہ اٹھانے کے لئے، میرے دوستو! کائنات کا یقین نکلنا شرط ہے۔ اللہ کی قدرت سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسباب کا یقین نکلنا شرط ہے۔

یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے کسی کو دوکان دے دی تو اسے کمانے کی قدرت دے دی، یا کسی کو زمین دے دی تو اسے اگانے کی بھی قدرت دے دی، یا کسی کو ہتھیار دے دیئے تو اس کے استعمال پر قدرت دے دی، یا کسی کو بیوی دے دی تو اسے بچہ پیدا کرنے کی قدرت دے دی۔

کتنے بے اولاد ہیں جن کی بیوی ہوتے ہوئے بچے نہیں ہیں۔ کتنے ہیں جو ہتھیاروں

میں پریشان ہیں، کتنے ہیں جو دواؤں سے بیمار ہیں، کتنے ہیں جو اسباب کے ہوتے ہوئے بھی محتاج ہیں اور نہ جانے کتنے ایسے ملیں گے جن کی دوکان پر قرضہ پچھتر ہزار کا ہے اور دوکان میں کل سامان پچاس ہزار کا ہے، یعنی وہی بات کہ اللہ ربّ العزّت دوکان دے کر قرضدار کریں گے۔

تو میرے دوستو! اللہ نے کسی کو قدرت نہیں دی ہے بلکہ اسباب دیئے ہیں، اور قدرت اسباب میں ہے ہی نہیں، جو یوں سمجھے کہ اسباب میں قدرت ہے، وہ تو دنیا میں اسباب بنائے گا اور جو یقین کرے گا کہ قدرت اللہ کی ذات میں ہے وہ اللہ کی ذات سے فائدہ اٹھانے کے اسباب بنائے گا، یعنی اعمال بنائے گا کہ اللہ کی قدرت سے فائدہ اٹھانے کا یہ راستہ ہے کہ اعمال بناؤ۔ اللہ کی قدرت سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسباب نہیں ہیں کہ، میں اللہ کی قدرت سے غلّہ لینے کے لئے زمین بناؤں تو سیلاب آئے گا یا سوکھا پڑے گا اور میں اللہ کی قدرت سے اولاد لینے کے لئے بیوی رکھوں تو بانجھ ہی رہے گی۔

میرے بزرگو، دوستو! ایک ہے قدرت کا ساتھ لینا اور ایک ہے اسباب کا ساتھ لینا۔ اسباب کے ساتھ لینے میں اللہ کا کوئی وعدہ نہیں، چاہے تو وقتی طور پر کام بنادے، کامیاب کردے پھر ہمیشہ کے لئے ناکام کردے۔ یہی بات ہے کہ تم میں سے جو دنیا چاہے گا وہ ہمیشہ کے لئے ناکام ہوگا، اور جو آخرت چاہے گا ہم اس کی دنیا بنادیں گے۔ چاہے بقدر ضرورت بنائیں یا چاہے ضرورت سے زیادہ دیدیں۔ جو آخرت چاہے گا اس کی دنیا بن جائے گی اور جو دنیا چاہے گا اسکی آخرت بگڑے گی۔ اسلئے یاد رکھو میرے دوستو! کہ اللہ کی قدرت اسباب میں نہیں اور حالات کا تعلق بھی اسباب سے نہیں ہے تو جب نہ حالات کا تعلق اسباب سے ہے اور قدرت بھی اسباب میں نہیں ہے تو پھر ہماری ساری محنت بیکار

ہے کیوں بیکار ہے؟

اسلئے بیکار ہے کہ قدرت ہمارے خلاف ہے، قدرت اسباب بنانے والے کے ساتھ نہیں ہوتی کہ اسباب بنالے تو قدرت ساتھ ہوجائے۔ ہاں لوگ یہی کہتے ہیں کہ تم پہلے اسباب بناؤ پھر تم اللہ سے دعا مانگو۔ الٹی بات کرتے ہیں۔ اللہ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے یہ بالکل الٹی بات کر رہے ہیں۔

قرآن کے خلاف اور حدیث کے بھی خلاف ہے یہ بات کہ پہلے تم اسباب بناؤ پھر اللہ سے دعا مانگو۔ کیوں؟ کیوں کہ صحیح بات یہ ہے کہ تم اللہ سے مانگو، اسکے دینے کے ضابطے کے ذریعے۔ اس کے دینے کے ضابطے کیا ہیں۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (سورۂ فاتحہ)

یہ اس کے دینے کا ضابطہ ہے کہ میں تیری عبادت کر کے تجھ سے لیتا ہوں۔ میرے دوستو! ایک اس کلمہ کے الفاظ ہیں اور ایک اس کلمہ کا اخلاص ہے۔

کلمہ کی دعوت کلمہ کا اخلاص حاصل کرنے کے لئے ہے اور حدیث یہ بتلا رہی ہے کہ حرام سے کلمہ کے اخلاص کے بغیر نہیں بچا جاسکتا۔

کلمہ کا اخلاص یہ ہے کہ یہ کلمہ اسے حرام سے روک دے۔ یہ کلمہ کا اخلاص ہے۔ کلمہ کا اخلاص کلمہ کی دعوت سے ہوگا۔

کلمہ کی دعوت کے بارے میں مسلمانوں کے اندر عام غلط فہمی ہے کہ کلمہ کی دعوت تو غیروں کے لئے ہے، ہم تو ہیں ہی کلمہ والے۔ یہ عام غلط فہمی ہے۔ یہ غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ خود ایمان والوں کے درمیان سے ایمان کی دعوت ختم ہوگئی۔

میرے دوستو، بزرگو! ایمان کی دعوت خود ایمان والوں کے لئے تھی کیوں کہ اللہ کی طرف سے ایمان لانے کا حکم خود ایمان والوں کے لئے ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۳۶)

اور غیروں کو دعوت اسلام کی ہے۔ اپنوں کو دعوت ایمان کی ہے۔ جب خود ایمان والوں نے ایمان کی دعوت چھوڑی تو ایمان کی حقیقت کو حاصل کرنے اور کلمہ کی حقیقت کو حاصل کرنے کا سامان خود ایمان والوں میں سے ختم ہو جائے گا۔ اب تو اس بات کی محنت کی ضرورت ہے کہ جن ایمان والوں کو ایمان لانے کا حکم دیا گیا تھا کہ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۳۶)

ایمان والو، ایمان لاؤ۔ کیسا ایمان لائیں،

اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (سورۂ بقرہ، رکوع ۲)

کہ قیامت تک آنے والے ایمان والوں کو یہ اللہ کی طرف سے دعوت ہے کہ ایمان لاؤ جیسا ایمان صحابہ کرام لائے ہیں۔ بڑی غلط فہمی یہ ہوئی کہ ایمان والوں نے ایمان کی دعوت کو غیروں کے لئے سمجھا، جب کہ ان کو بنایا تھا ایمان کا داعی، مگر یہ بن بیٹھے ایمان کے مدعی کہ ایمان کی دعوت تو ہوگئی ختم ایمان والوں میں سے تو اس دعوت کی جگہ دعوی آگیا۔ ہاں سچی عرض کر رہا ہوں کہ ایمان والوں میں ایمان کا دعوی آگیا۔

اب جب ایمان کا دعوی آیا تو ہر مسلمان اپنے ایمان سے پوری طرح مطمئن ہوگیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنا ایمان اس کے اندر آتا جائے گا اسی کے بقدر یہ اپنے ایمان کی طرف سے فکرمند ہوگا اور نفاق کا خوف اس کے اندر بڑھتا جائے گا، لیکن جتنا جتنا اس کا ایمان کمزور ہوتا جائے گا اتنا ہی یہ ایمان سے بے فکر اور علامات نفاق اس کے نزدیک خوبیاں بنتی جائیں گی۔

جھوٹ بولنا خوبی ہوگی، خیانت کرنا خوبی ہوگی، وعدہ خلافی کرنا خوبی ہوگی، وعدہ خلافی کرنے والے کو عقلمند کہا جائے گا۔

یعنی صحابہ کے زمانے میں جو علامات نفاق تھیں وہ علامات ایمان والوں کے درمیان خوبیاں بن جائیں گی۔

ابوبکرؓ اور حنظلہؓ نے کوئی نفاق کا کام نہیں کیا تھا، نہ جھوٹ بولا اور نہ وعدہ خلافی کی تھی، نہ خیانت کی تھی۔ ان دونوں نے اس میں سے کوئی کام نہیں کیا تھا، صرف یقین کی وہ کیفیت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے میں ہوتی تھی جب وہ کیفیت یقین کی اپنے ماحول میں نہ پائی گئی تو اس پر یہ خطرہ ہوا کہ حنظلہؓ تو منافق ہوگیا اور ابوبکرؓ تو منافق ہوگیا۔

میرے دوستو، بزرگو! حکم تو اللہ کی طرف سے یہ ہے کہ اتنا ایمان لاؤ جتنا ایمان صحابہ کرام لائے ہیں، لیکن ایمان کی دعوت کے نکل جانے سے کلمہ کے بول کا نام ایمان ہوگیا کہ یہ حرام کام کرے اور اسکو اتنا احساس بھی نہیں کہ یہ حرام ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ اس کو حرام کا علم نہیں ہے اسے حرام کا علم ہے، لیکن ایمان کی سب سے ادنیٰ علامت ہے کہ برائی کو دل سے برا سمجھنا۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ اس کے بعد ایمان کا کوئی ذرہ بھی اس کے اندر نہیں بچا۔

یہ سب سے آخری درجہ ہے ایمان کا کہ ایک آدمی گناہ کو گناہ نہ سمجھے، حرام کو حرام نہ سمجھے، تو اب اس کے اندر ایمان کا ذرہ بھی نہیں بچا، اسلئے سب سے پہلے تو یہ سوچنا پڑے گا کہ ایمان کی دعوت خود ایمان والوں کے لئے ہے، اسی کا حکم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۳۶)

ایمان کی مجلسیں عبداللہ ابن رواحہؓ خود ایمان والوں کے ساتھ لگاتے تھے کہ آؤ بیٹھو تھوڑی دیر ایمان لے آئیں۔

میرے محترم دوستو، بزرگو! ایمان ظرف ہے اور احکامات بحیثیت مظروف کے ہیں،

ظرف کہتے ہیں برتن کو اور مظروف کہتے ہیں برتن میں رکھی جانے والی چیز کو۔

کہ جب برتن ہوگا تو چیز ضائع نہیں ہوگی، اگر ظرف سے یعنی ایمان سے غفلت ہے تو بغیر برتن ایمان کے احکامات سے فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ بغیر ایمان کے اللہ کے وعدے پورے نہیں ہوسکتے۔

اعمال ہوں گے لیکن اگر ان اعمال سے کامیابی کا یقین نہیں ہے، تو اسباب اعمال میں غفلت لائیں گے، اسباب اعمال کی محرومی کا سبب بنیں گے۔ اگر اعمال سے کامیابی کا یقین نہیں آیا تو سب سے بڑا اعمال سے محرومی کا جو سبب ہے، وہ اسباب کا یقین ہے، اس لئے بنیادی طور پر سب سے پہلے صحابہ کرام نے ایمان سیکھا کہ:

تَعَلَّمْنَا الْاِیْمَانَ قَبْلَ تَعَلَّمْنَا الْقُرْاٰنَ (حدیث)

ہم نے ایمان سیکھا قرآن سیکھنے سے پہلے، جب ایمان سیکھا تو حکم جس وقت نازل ہوا وہ سیدھا ان کے عمل میں آیا، ہاں حکم کتابوں میں نہیں آیا۔

میرے دوستو! شریعت کے نفاذ کا سب سے بڑا سبب ہر ایمان والے کا اپنا یقین ہے، ہر ایمان والے پر اس کا نگراں اسکا ایمان ہے کہ میرا اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے، میرے اللہ نے اس عمل پر یہ وعدہ اور اس بدعملی پر یہ وعیدیں بتلائی ہیں، بغیر ایمان کے وعدے پورے نہیں ہوسکتے اور نہ ہی احتساب پر عمل ہی ہوسکتا ہے کیونکہ ایمان کے بقدر ہی احتساب آئے گا کہ اللہ رب العزت اس عمل پر یہ دینے والے ہیں اور اس عمل کے چھوڑنے پر یہ وعیدیں ہیں، پھر اللہ کے خزانوں سے صحابہ کرام نے براہ راست کس طرح فائدہ اٹھایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو ایمان سکھلایا ہے، یہ ایمان، ایمان کی دعوت سے بنتا ہے لیکن ہوا یہ کہ ایمان کی دعوت ایمان والوں میں سے نکل گئی اس خیال سے کہ ہم تو ہیں ہی ایمان والے، کلمہ کی دعوت تو دوسروں کے لئے ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ

فرمارہے ہیں کہ ''ایمان والو! ایمان لاؤ''۔

اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (سورۂ بقرہ رکوع ۲)

جیسا ایمان صحابہ کرام لائے ہیں، ان کے جیسا ایمان لاؤ۔

اسلئے صحابہ والے ایمان کی دعوت ہے اور صحابہ والے ایمان کی ہی محنت ہے۔ اور صحابہ والا ایمان ہی مطلوب ہے۔

ہم اپنے ایمان سے اسلئے مطمئن ہیں کہ ہم اپنے آپ کو غیروں کے مقابلے میں دیکھ رہے ہیں، حالانکہ ہمیں ایمان کی اللہ کی طرف سے جو دعوت دی گئی ہے صحابہ کو نمونہ بنا کر۔

اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (سورہ بقرہ، رکوع ۲)

کہ ایمان لاؤ جیسا صحابہ کرام لائے ہیں، تو ایسی مددیں، ایسی نصرتیں اور اللہ کے وعدے پورے ہوں گے، جو وعدے اللہ رب العزت نے صحابہ کرام کے ساتھ پورے کئے ہیں پھر جو ایمان و یقین اس کیفیت کے ساتھ بنے گا اس پر اللہ رب العزت اپنے وعدوں کو پورا فرمائیں گے، کیونکہ اللہ کے وعدے اسکے حکموں کے ساتھ ہیں اور اللہ کی قدرت وعدوں کے ساتھ ہے، اللہ کی قدرت اسباب کے ساتھ نہیں ہے، اسباب تو قدرت سے بنے ہوئے ہیں، اللہ نے اسباب کو بنا کر اپنی قدرت میں رکھا ہے۔

یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے اسباب کو بنا کر انسانوں کے حوالے کردیا ہو، اس وقت تو ہم نے اپنے اور اللہ کے درمیان اسباب کو اصل ٹھہرالیا ہے کہ خود ایمان والے اسباب میں کامیابی مانگیں گے۔

یہ راستہ ناکامی کا ہے۔

اللہ رب العزت کی قدرت ایمان والوں کے ساتھ اعمال پر یقین کی شرط کے ساتھ

ہے۔

اللہ کی قدرت اسباب کے ساتھ نہیں ہے کہ جیسے اس وقت اسباب بنا کر لوگ دعائیں مانگتے ہیں۔

تاجر کے ذہن میں یہ ہے کہ دکان بنانا میرے ذمہ ہے اس میں کامیابی اللہ دیں گے۔

زمینداروں کے ذہن میں یہ ہے کہ زمین بنانا میرے ذمہ ہے اس میں کامیابی اللہ دیں گے۔

ڈاکٹر کے ذہن میں یہ ہے کہ دوا بنانا اور علاج کرنا میرے ذمہ ہے صحت اور شفا اللہ دیں گے۔

میرے دوستو، بزرگو! جب ان باتوں کا انکار کیا جائے گا تو آپ لوگوں کو انتہائی حیرت ہوگی کہ دیکھو اللہ کے کامیاب کرنے کے ضابطے یہ اسباب نہیں ہیں، یہ حیرت اس وجہ سے ہوگی کہ بار بار ان اسبابوں کو سوچا گیا ہے، بولا گیا ہے کہ اللہ نے اسباب بنائے ہیں، اب ان اسباب کو اختیار کر کے اللہ سے ان میں کامیابی مانگ لو، نہیں ہرگز نہیں، یہ راستہ نہیں ہے کامیابی کا، اللہ نے اپنے وعدے اسباب کے ساتھ نہیں کئے، اللہ ربّ العزّت نے جتنے اسباب بنائے ہیں وہ تمام اسباب ایمان والوں کے امتحان کے لئے ہیں، اور غیروں کے اطمینان کے لئے ہیں۔

اگر دنیا میں کوئی سبب نہ ہوتا تب بھی ایمان والا کہتا کہ ہماری ضرورتوں کو ہمارے اللہ پورا کریں گے کہ پالنے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔

میرے دوستو! اللہ ربّ العزّت نے اسباب بنائے ہیں، یہ سارے اسباب قدرت سے بنے ہیں پر قدرت کو اپنی ذات میں رکھا ہے، اللہ نے قدرت کو اسباب بنانے کے

بعد اسباب میں نہیں رکھا ہے کہ اللہ نے اسباب کو بنایا اور اس میں قدرت بھی رکھ دی، ایسا نہیں ہے۔

اسلئے یہ بات نہیں ہے کہ اسباب بنانا ہمارا کام اور ان میں کامیابی دینا اللہ کا کام بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت کے حکم کو پورا کرنا ہمارے ذمہ اور کامیاب کرنا اللہ کے ذمہ ہے۔ اللہ ربّ العزّت اسباب دیں یا نہ دیں، یہ ان کی مرضی ہے، یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے اپنے خزانے سے فائدے اٹھانے کے لئے دنیا کا یہ کارخانہ بنا دیا، تاجر کے ذہن میں یہ ہے کہ دکان میں بناؤں گا کامیاب اللہ کریں گے۔

یہی بات چل رہی ہے پورے عالم میں، ہاں ہمارے ساتھی جو دعوت الی اللہ کی محنت میں لگے ہوئے ہیں تو وہ بھی یہی بات چلا رہے ہیں۔ مجھے تو تعجب ہوتا ہے جب ہمارا ساتھی یوں کہتا ہے.. بھائی دنیا دار الاسباب ہے اسلئے دکان ضروری ہے، یا تجارت اور زراعت ضروری ہے۔ اس کو کر کے، اللہ سے کہو اس سبب میں کامیابی ڈال دیں گے، کہ انسان کو اللہ نے اسباب کا مکلّف کیا ہے اور کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے، پر ہرگز یہ بات نہیں ہے، بلکہ میرے دوستو، بزرگو! اللہ کے کامیابی دینے کے ضابطے اللہ کے احکامات ہیں،

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (سورۂ فاتحہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو وہ یقین سکھلایا تھا جس یقین کی بنیاد پر ان کا اللہ کے ساتھ گمان اللہ کے وعدوں کے اعتبار سے تھا کہ اللہ کا وعدہ ہمارے ساتھ یہ ہے۔ اب صحابہ کرام کو یقینی اسباب سکھلا دیئے گئے، کیا سکھلایا گیا؟

کہ جو شخص پانچ نمازوں کو اہتمام سے پڑھے گا تو اللہ ربّ العزّت اس کے رزق کی تنگی دور کر دیں گے۔

اسکی بیماریوں کو رفع کر دیں گے۔اس کو تندرستی عطا فرمائیں گے۔اسکے چہرے کو نورانی بنا دیں گے۔

یا جس شخص کے گھر میں سورۂ واقعہ کی تلاوت ہوگی تو اس گھر میں فاقہ نہیں آئے گا۔یا جو شخص اپنے ہاتھوں سے صدقہ کرے گا اس کی بیماری دور ہو جائے گی۔

ستر بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور جو شخص صبح یا شام یہ دعا پڑھ لے اس پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَ مَالَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا O

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ط اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ"

میرے محترم دوستو، بزرگو! اللہ رب العزت ایمان والوں کے اسباب پر انکی جان پر، ان کے مال پر، جب یہ ایمان والے یقینی اسباب سیکھیں گے تب اللہ رب العزت انھیں آزمانے کے لئے ان پر حالات ڈالیں گے، یہ دیکھنے کے لئے کہ انکا یقین اسباب ہی پر ہے یا احکامات پر ہے، اللہ تعالیٰ ایمان کو پرکھتے رہیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کے معلم بھی ہیں اور ایمان کے ممتحن بھی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ایمان سکھلا بھی رہے ہیں اور ان کے ایمان کا امتحان بھی لے رہے ہیں۔

ایک صحابی کا امتحان لیا، ہاں، جسے ایمان سکھلایا تھا اس کا اب امتحان لے رہے ہیں۔

کَیفَ اَصبَحتَ یَا حَارِثَۃُ (اے حارثہ تم نے صبح کس حال میں کی)

تو حضرت حارثہؓ کہہ رہے ہیں:

کہ میں صبح کر رہا ہوں ایمان کی حقیقت کے ساتھ، ہر چیز کی کوئی علامت ہوتی ہے، ہر دعوے کی کوئی دلیل ہوتی ہے، تو حضرت حارثہؓ کے جواب کا مختصر سا خلاصہ اور مفہوم یہ ہے کہ:

میں اپنی روزی کو اللہ کے خزانے سے جو اتر رہی ہے اس میں سے پانی کے ہر قطرے کے ساتھ، ہر کھجور اور غلّہ کے دانے کے ساتھ جو فرشتے اللہ نے لگا کر بھیجے ہیں ان کی آمد کو دیکھ رہا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثہؓ سے فرمایا کہ اے حارثہؓ تم نے ایمان کی حقیقت کو حاصل کر لیا ہے اب اس پر تم جمے رہیو۔

اب ساری دنیا آکر یہ کہے کہ وہاں یہ ہوا، یہاں وہ ہوا، وہاں آگ لگی، وہاں تمہارا مکان جل گیا، تو یہ یوں یہاں پر بیٹھے ہوئے کہیں کہ نہیں میرا مکان نہیں جلا۔

میرے محترم دوستو! بات ان خبر لانے والوں کے یقین کی نہیں ہے جو آکر خبر دے رہے ہیں۔آگ لگ جانے کی، یہاں پر تو بات خبر کے سننے والے ابودرداءؓ کی ہے کہ جب اللہ رب العزت نے اس دعاء کو پڑھ لینے پر وعدہ کیا ہوا ہے کہ نقصان نہیں ہوگا، تو پھر اللہ رب العزت میرا مکان کیسے جلا سکتے ہیں جب کہ میں دعاء پڑھ کر گھر سے چلا تھا اللہ تو وعدہ خلافی نہیں کریں گے، اسلئے میرا مکان نہیں جل سکتا، ایسا نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ وعدہ خلافی تو محتاجگی کی دلیل ہے، تو محتاج خالق نہیں ہو سکتا مخلوق محتاج ہے، ہر وقت ہر آن مخلوق خالق کی محتاج ہے۔اللہ رب العزت تو خالق ہونے کی وجہ سے محتاجگی سے پاک ہے۔اللہ نے کسی سبب کو بھی قدرت سے بنانے کے بعد قدرت سے خارج نہیں کر دیا، ہر سبب اللہ کی قدرت میں ہے۔یہاں مسئلہ یہ نہیں کہ کہنے والا کیا کہہ رہا ہے،

یہاں تو مسئلہ اس بات پر اٹکتا ہے کہ اللہ نے مجھ سے یہ وعدہ کرلیا ہے تو ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئیگی۔ میرا مکان پھر کیسے جل سکتا ہے، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اب ابو درداءؓ مکان کے جلنے کی خبر دینے والوں کی بات کا یقین کیسے کرلیں، اللہ تو اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہیں کہ جیسا اللہ کے ساتھ گمان ہے ویسا ہی اس کے ساتھ اللہ کا معاملہ ہے۔

جب ابو درداءؓ کا گمان اللہ کے وعدے پر ہے چاہے ایک آدمی آکر خبر دے یا دوسرا آدمی آکر مکان کے جلنے کی خبر دے، پر ان کا گمان اللہ کے وعدے پر ہے پھر مکان کیسے جل سکتا ہے۔

میرے محترم دوستو، بزرگو! ایمان لغتاً کہتے ہی اسی کو ہیں کہ اللہ کی خبروں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے پر یقینی ماننا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس کا ترجمہ، اسکا مطلب ہی یہ بنتا ہے کہ اللہ ربّ العزّت کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بھی خبریں لے کر آئیں ہیں ان ساری خبروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد اور بھروسے پر یقینی ماننا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کا یہ خلاصہ ہے کہ آپ کی لائی ہوئی ساری خبروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر یقینی ماننا، یہ ہے کلمہ طیبہ کا اصل مفہوم۔

اس یقین کو حاصل کرنا ہے کلمہ کی دعوت سے۔ یہ یقین کلمہ کی دعوت سے بنے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صحابی کو کلمہ کی دعوت پر اٹھایا تھا۔ ایمان کی مجلسیں قائم ہوتی تھیں۔

میرے دوستو، بزرگو! اس وقت جتنی بھی مجلسیں دنیا میں قائم ہو رہی ہیں، وہ ساری کی

ساری مجلسیں اسباب کی بنیاد پر، اسباب کے بنانے پر، اسباب کے پھیلانے پر۔ ان مجلسوں سے نہ کبھی یقین بنا ہے نہ آئندہ کبھی بنے گا، ایمان حاصل کرنے کے لئے تو ایمان کی مجلسیں قائم کرنی ہوں گی۔ عبد اللہ ابن رواحہؓ کی طرح ان مجلسوں میں:

غیبی نظام کے تذکرے، ملائکہ کے تذکرے، قدرت اور ربوبیت کے تذکرے، برزخ کے تینوں سوالوں کے تذکرے، اللہ کے کرنے کے ضابطے اور اللہ کی قدرت اسباب میں نہیں ہے، اللہ کی قدرت وعدوں کے ساتھ ہے، قدرت اللہ کی ذات میں ہے، اللہ کے وعدے حکموں کے ساتھ ہیں، حکم کو پورا کرنا یقین کے ساتھ اور یقین کے لئے کائنات کا یقین نکلنا شرط ہے۔

ہر آن، ہر لمحہ ہر مجلس کی بنیاد انہیں تذکروں کو کرنا، یا ہم اسکی دعوت دے رہے ہوں، یا انہیں تذکروں کو سوچ رہے ہوں۔ عبد اللہ بن رواحہؓ کی طرح کہ آؤ بیٹھو تھوڑی دیر ایمان لے آئیں۔

ایک صحابی نے اسکی شکایت کی کہ عبد اللہ ابن رواحہؓ یوں کہتے ہیں کہ آؤ بیٹھو تھوڑی دیر ایمان لے آئیں۔ تو کیا ہم ایمان نہیں لائے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں یہ عبد اللہ ابن رواحہؓ ایمان کے لئے سب کو فکرمند کرتے ہیں کہ کہیں ایمان سے بے فکر کوئی نہ ہو جائے۔ اسلئے ایمان کی مجلسیں لگاتا ہے اور ان ایمان کی مجلسوں کو پسند کرتا ہے۔ یہ ایمان کی مجلسیں قائم کی جاتی تھیں صحابہ کے زمانے میں۔

کیونکہ میرے دوستو، دعوت کا خاصہ یقین کو پیدا کرنا ہے۔ جب تک اس کلمہ کی دعوت عام نہ ہوگی اس وقت تک اس کلمہ کا یقین حاصل نہیں ہوگا۔ اسلئے کہ کلمہ کی دعوت اللہ کے غیر کی نفی کرتی ہے۔ کلمہ کی دعوت اللہ کی ذات سے اس بات کا تقاضہ کرتی ہے۔ جب تک یہ کلمہ دعوت میں نہیں آئے گا اور یہ کلمہ مجاہدہ میں نہیں آئے گا اس وقت تک کلمہ کی حقیقت کا

حاصل کرنا مشکل ہے۔

اسلئے کہ محنت میں اسباب آئے ہوئے ہیں، دلوں میں اسباب کا یقین اترا ہوا ہے، کیونکہ جو چیز محنت میں آئے گی وہ چیز یقین میں آئے گی۔ جو چیز دعوت میں آئے گی۔ وہ چیز یقین میں آئے گی، اسلئے کہ مجاہدہ سے مکاشفہ ہوا کرتا ہے جو چیز بھی انسان کی سمجھ میں آتی ہے وہ اس لائن کے مجاہدہ سے سمجھ میں آتی ہے اور جو چیز سمجھ میں آئے گی تو یہی سمجھ یقین میں تبدیل ہو جائے گی۔ لیکن کوئی بھی چیز جب سمجھ میں آنی شروع ہوگی تو اسی چیز کا شک بھی آنا شروع ہوگا۔ یہ علامت ہے یقین کے آنے کی، پہلے سمجھ کا اور شک کا آپس میں مقابلہ ہوگا اب جتنا زیادہ قربانیوں کے ساتھ مجاہدہ کیا جائے گا، شک دور ہوتا جائے گا اور سمجھ میں آئی ہوئی بات یقین میں تبدیل ہوتی رہے گی۔

اگر کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی دعوت اور اسکی لائن کا مجاہدہ نہیں ہے تو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے الفاظ پر ہی اکتفا کریں گے۔ اگر یہ زبان پر ہے تو یہ الفاظ ہے۔ اگر دماغ میں ہے تو مفہوم ہے۔ اگر کانوں میں ہے تو یہ اسکی آواز ہے۔ اگر کتابوں میں ہے تو یہ اسکے حروف ہیں۔

میرے محترم دوستو، بزرگو! کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اپنے یقین کے ساتھ جب ہوگا، جب یہ دل کے اندر داخل ہو۔ جب یہ ایمان دل کا ایمان بنے گا تب یہ ایمان تقوٰی لائے گا۔

اس ایمان کے اثرات اسکے اعضاء پر پڑیں گے۔ اس کی آنکھ ایمان کے اعتبار سے دیکھے گی۔ اس کی زبان ایمان کے اعتبار سے بولے گی۔ اسکے کان ایمان کے اعتبار سے سنیں گے۔ اس کے ہاتھ پیر ایمان کے اعتبار سے حرکت کریں گے۔

جب اس کے دل میں یقین نہ ہوگا تو اسکے اعضاء باوجود حرام کا علم ہونے کے حرام

سے نہ رک پائیں گے۔ یہ بات نہیں ہے کہ امت کو حرام حلال کا علم نہیں ہے، پر دل میں یقین نہ ہونے کی وجہ سے اس کے اندر حرام سے بچنے کی طاقت نہیں ہوگی۔ ایمان ہونے کی علامت ہی یہ ہے کہ ایمان اسے حرام سے روک دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک صحابی نے ایک صحابی کی غیبت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کے ساتھ کھیل رہے ہو، تو ان صحابی نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ، میں قرآن سے نہیں کھیل رہا ہوں۔ میں تو قرآن پر ایمان لایا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص قرآن پر ایمان نہیں لایا جو شخص قرآن کے حرام کو اپنے عمل سے حلال ثابت کر رہا ہے۔

یہ بات نہیں ہے کہ حرام کے حرام ہونے کا علم نہیں۔ سوال تو عمل کا ہے۔

میرے دوستو، بزرگو! علم تو رہبری کرے گا اور عمل یقین کروائے گا۔ علم رہبری کرے گا کہ یہ حرام ہے اور یہ حلال ہے، یہ سنت ہے، یہ بدعت ہے، یہ شرک ہے، یہ کفر ہے، یہ جائز ہے، یہ ناجائز ہے۔ لیکن اس کے مطابق کون چلائے گا؟ اور حرام سے کون بچائے گا؟

یوں کہیے کہ وہ اندر کی طاقت تو یقین ہی ہے، اسکے علاوہ کوئی قوت نہیں ہے جو اس کے اندر شرعی احکام کو نافذ کرا سکے۔

میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! حکومتوں سے شریعتیں نہیں چلا کرتیں، وہ تو اندر کا یقین شریعت کا تقاضہ کرتا ہے کہ میرا رب اس وقت مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ اول تو یہ کہ ایمان والے سے گناہ ہوگا نہیں، اگر ایمان والے سے گناہ ہوگا تو اس کا ایمان اسے گناہ سے پاک کرانے کے لئے لائے گا۔ ایک صحابی تھے، ان سے زنا ہو گیا تو اپنے آپ کو لا کر خود پیش کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مجھ سے زنا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

سن کرایک طرف منہ پھیرلیا۔

وہ صحابی جدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ کیا تھا، اب اس طرف آئے اور پھر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے زنا ہوگیا۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہ رہے ہیں کہ کسی طرح بات ٹل جائے، لیکن وہ صحابی کہہ رہے ہیں کہ مجھ سے زنا ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہہ رہے ہیں کہ تجھے کیا معلوم کہ زنا کیا ہوتا ہے۔

لیکن وہ صحابی کہہ رہے ہیں کہ میں نے زنا کرلیا۔

یہ کیوں ایسا کہہ رہے ہیں؟ یہ ان کے اندر کا یقین ایسا کرارہا ہے کہ یہاں پاک ہوجاؤ تو آخرت میں بچ جاؤ گے۔

میرے دوستو! بھلا کس نے دیکھا تھا ان صحابی کو زنا کرتے ہوئے۔ ارے وہ تو خود آکر کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح ایک چور حضرت علیؓ سے آکر خود کہہ رہا ہے کہ امیرالمومنین، میں نے اونٹ چرایا ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو نے اس اونٹ کو اپنا سمجھ کر کھولا ہوگا۔

تو وہ چور کہہ رہا ہے کہ نہیں، میں نے چرایا ہے، دوسرے کا سمجھ کر ہی اسے کھولا ہے۔

میرے محترم دوستو، بزرگو! جب صبح سے شام تک ایمان کی اس طرح دعوت دی جاتی تھی تو اندر اس طرح کا یقین بنا ہوا تھا کہ آدمی گناہ کرکے بے چین ہوتا تھا۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس آدمی کو نیک عمل سے خوشی ہو اور برا کام جو اس سے ہوگیا اس کا غم ہو تو یہ اس کے ایمان کی علامت ہے۔ اور جسے نیک کام کرلینے پر خوشی نہ ہو اور برا کام کرکے کوئی غم نہ ہو تو یہ اسکے نفاق کی علامت ہے۔ تو میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! ہر شخص اپنے ایمان کو خود ناپ سکتا ہے۔

اپنے اعمال دیکھ لے۔ اپنا یقین دیکھ لے۔

جب ایمان کا ماحول ہوتا ہے تو گناہ ہوجانے کے بعد گناہگار خود کو لاکر پیش کرتا ہے اور یہ بات نہیں ہے کہ یہ چیز صحابہ کے زمانے کے ساتھ مخصوص تھی۔

اسلئے یہ غلط فہمی ہے کہ ہم اسباب بنائیں اور پھر اللہ کامیاب کریں۔ اللہ رب العزت تو اسباب کے بنانے پر ان کو کامیاب کرے گا جن کو اللہ نے احکامات نہیں دیئے اور انہیں بھی ان کے اسباب میں تبھی تک کامیاب کرے گا جب تک دنیا میں بسنے والے مسلمانوں میں ایمان کی دعوت نہیں آجاتی۔ جس دن مسلمانوں میں دعوت حق آجائے گی، کلمہ کی دعوت آجائے گی، اسی دن اللہ تعالی باطل کو ناکام کریں گے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اسباب بناکر پیش کریں پھر دعا مانگیں کہ اے اللہ تو اس سبب میں کامیابی ڈال دے۔

اللہ رب العزت کے اسباب میں کامیابی ڈالنے کی وجہ اسباب نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے اسباب میں کامیابی ڈالنے کی وجہ جو ہے اور جو وعدہ ہے، وہ ان اسباب میں احکامات کا پورا ہونا ہے کہ تم حکم کو پورا کرو، ہم کامیاب کریں، چاہے اسباب دے کر کامیاب کریں چاہے براہ راست اپنی قدرت سے کامیاب کریں، معجزہ دکھلا کر یا کرامات ظاہر کرکے، کہ امّتی کے ساتھ کرامات اور نبی کے ساتھ معجزہ، یہ ظاہر کے خلاف ہونا اس کا اسباب میں کوئی دخل نہیں ہے۔

ظاہر کے خلاف ہونا، اسکا تعلق اللہ کی قدرت سے ہے، قدرت کا تعلق وعدوں کے یقین کے ساتھ ہے۔ اسباب کے ساتھ قدرت نہیں ہے۔ اسباب بناکر بھلے ہی کام نہ ہو، یہ تم ممکن ہے، لیکن قدرت ساتھ ہو اور کام نہ بنے یہ ممکن نہیں ہے۔

اسلئے میرے بزرگو، دوستو! بہت ٹھنڈے دماغ سے اس کو سوچو کہ اللہ کے سامنے کیا چیز بناکر پیش کرنی ہے۔ اسباب بناکر دعائیں مانگنی ہیں یا اعمال بناکر پیش کرکے دعائیں

مانگنی ہیں۔ میرے دوستو! دعاؤں کا تعلق اسباب سے نہیں ہے کہ اسباب بناؤ پھر دعا مانگو۔ دعا اور اسباب کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ دعاؤں کی قبولیت تو اعمال کے ساتھ ہے اسباب کے ساتھ نہیں ہے۔ جو لوگ غار کے اندر پھنس گئے تھے اور چٹانوں نے راستہ بند کر دیا تھا تو ان میں سے ہر ایک نے اپنا عمل پیش کیا، اس میں عبادت کا کوئی عمل نہیں تھا۔ ایک کا عمل اخلاق کا ہے، دوسرے کا عمل معاملات کا ہے، تیسرے کا عمل معاشرت کا ہے۔ تینوں نے اپنے عمل پیش کئے کہ: ایک نے کہا کہ اے اللہ، میں نے تیرے خوف کی وجہ سے، میں نے تجھے خوش کرنے کے لئے احسان کیا۔

دوسرے نے کہا، اے اللہ میں تیرے خوف کی وجہ سے زنا سے رکا۔

تیسرے نے کہا کہ اے اللہ میں نے تیری وجہ سے اپنے بیوی بچوں کے حق کو پیچھے کر کے اپنے والدین کا احترام کیا۔ اپنی اولاد کے حق سے مقدم کیا۔

تو یہاں سے ہمارے نکلنے کا راستہ بنا دے اور اس مصیبت سے نجات دیدے۔ انھوں نے اللہ کے سامنے اپنا عمل بنا کر پیش کیا۔ سبب بنا کر نہیں پیش کیا کہ کوئی کرین بنا کر پیش کرتے کہ اس پتھر کو اٹھا دے۔

نہیں، عمل بنا کر پیش کیا کہ انھیں عملوں پر اللہ ربّ العزّت نے بغیر کسی ظاہری شکل کے براہ راست اپنے حکم سے چٹان کو ہٹایا۔ کیونکہ میرے دوستو! جب قدرت ساتھ ہوتی ہے تو اللہ کا امر براہ راست آتا ہے، پھر اللہ سے اسباب نہیں مانگے جاتے۔ جب یقین بن جاتا ہے تو پھر وہ اللہ سے براہ راست مانگتا ہے اور اللہ ربّ العزّت براہ راست اس کی حاجت کو پورا کرتے ہیں جیسے کہ ابراہیمؑ کے لئے کیا۔

ابراہیمؑ کے لئے کیا کیا؟

کہ آگ کو براہ راست حکم دیا کہ تو ٹھنڈی ہو جا، یہ نہیں کہ اللہ نے پانی بھیجا ہو، دیکھو

یاد رکھنا میرے دوستو، جو اسباب اللہ نے بنائے ہیں وہ خود اپنے بنائے ہوئے اسباب کے بھی پابند نہیں ہیں۔ ہم یہ سمجھیں کہ اللہ کی قدرت نئے اسباب لائے گی، جو اسباب اللہ نے ہمیشہ سے بنائے ہوئے ہیں ''ہوا اور پانی''۔

اللہ ربّ العزّت آج بھی ان اسبابوں کے پابند نہیں ہیں۔ اللہ ربّ العزّت تو اسباب پر براہ راست اپنے حکم کو استعمال کرتے ہیں کہ:

فرعون کے کھانے اور پانی پر براہ راست مینڈھک اور خون کا امر استعمال کروایا۔ صالحؑ کی قوم کے لئے پہاڑی پر اونٹنی کا امر استعمال کروایا۔

آدمؑ کی پسلی پر براہ راست حوا کا امر استعمال کروایا۔ ابراہیمؑ کے لئے براہ راست آگ پر اپنا امر استعمال فرمایا کہ اے آگ ٹھنڈی ہو جا۔

یہ نہیں کہ اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے پانی لاتے یا کوئی کیمیکل لاتے، اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے براہ راست امر لائے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ میرے دوستو! کہ یقین والا اپنے اور اللہ کے درمیان اسباب نہیں رکھتا، ابراہیمؑ نے نہیں کہا کہ اے اللہ تو جبرئیل کے ذریعہ میری مدد کر دے، یا اسرافیل، میکائیل کے ذریعہ میری مدد کرے، یا جو سمندروں کا فرشتہ ہے اسکے ذریعہ، یا ہوا کے فرشتے کے ذریعہ میری مدد کر دے، ہاں یہ نہیں کہ ابراہیمؑ نے اللہ سے اسباب مانگے ہوں، بلکہ یقینی سبب کا بھی انکار کیا، ہاں یقینی سبب جبرئیل، یہ بہت مضبوط سبب ہے، لیکن اللہ کا غیر ہے۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ بہت معتبر سبب ہے جبرئیل اللہ کے اور رسولوں کے درمیان، یہ سفیر ہیں اللہ کے اور نبیوں کے درمیان پیغام پہنچانے والے، لیکن مسئلہ یہاں یقین کا ہے اور مسئلہ یہاں ایمان کے امتحان کا ہے، اللہ تعالیٰ یہاں نبیوں کا امتحان لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نبی کے ذریعہ صحابہ کا امتحان لیتے ہیں۔

HUSSAIN AHMAD DAR

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ایمان سکھلا بھی رہے ہیں اور ان کے ایمان کا امتحان بھی لے رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے معلّم بھی ہیں اور ممتحن بھی ہیں۔

سکھلانا بھی آپ کے ذمہ اور ان کا امتحان لینا بھی آپ کے ذمہ، کہ جیسا ایمان ہم سکھلانے آئے ہیں ویسا ایمان ہے بھی یا نہیں۔

تو ابراہیمؑ کا امتحان ہے اللہ کی طرف سے کہ جبرئیلؑ کو ان کے پاس بھیجا کہ جا کر پوچھو کیا چاہتے ہیں۔ میرے ساتھ ہوا کا بھی فرشتہ اور پانی کا بھی فرشتہ، اب آپ جو چاہیں انھیں حکم دیں اور میں خود جبرئیل، تو یہ مدد تو خود اللہ ہی کی طرف سے آسکتی ہے، ورنہ جبرئیلؑ تو اللہ کے علاوہ کسی کی طرف سے آ نہیں سکتے، یہ بات تو یقینی ہے کہ یہ مدد تو اللہ ہی کی طرف سے آئی ہے۔

تو ابراہیمؑ نے جبرئیل امین سے فرمایا کہ ہمیں آپ کی ضرورت نہیں ہے۔

میرے بزرگو، دوستو! جب تک اللہ کا غیر دلوں سے نکل نہیں جاتا اس وقت تک اللہ کی قدرت ہمارے ساتھ نہیں ہوسکتی، اسباب کا ساتھ ہونا یہ تو امتحان ہے کہ:

اسباب کا مل جانا بھی امتحان اور اسباب سے کام بن جان بھی امتحان یہ بھی نہیں کہ امتحان کے بعد اسباب سے کام بنتے رہیں گے، اسباب تو اللہ ربّ العزّت نے امتحان کے لئے بنائے ہیں۔

موسیٰ کے پیٹ میں درد بھیجا۔

تو موسیٰ نے کہا کہ اے اللہ پیٹ میں درد ہے۔

تو اللہ نے فرمایا کہ جاؤ ریحان استعمال کرو، کیا استعمال کرو، ریحان، ہاں ریحان ایک درخت کی بوٹی ہے، تو موسیٰ نے ریحان کا استعمال کیا تو درد چلا گیا، پھر کچھ دن بعد

اللہ نے درد بھیجا پیٹ میں، پر ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ بیماریاں میرے اندر پیدا ہوتی ہیں اور شفا اللہ بھیجتے ہیں، بھوک تو میرے اندر پیدا ہوتی ہے اور کھانا اللہ بھیجتے ہیں، خوف تو میرے اندر پیدا ہوتا ہے، امن اللہ بھیجتے ہیں، یہ بات نہیں ہے میرے دوستو!

جس طرح اللہ کے یہاں شفا کے خزانے ہیں اسی طرح بیماریوں کے بھی وہاں خزانے ہیں۔

جس طرح اللہ کے یہاں کھانے کے خزانے ہیں اسی طرح بھوک کے بھی وہاں خزانے ہیں۔

جس طرح امن کے اللہ کے یہاں خزانے ہیں اسی طرح خوف کے بھی خزانے ہیں۔

پانی کے خزانے، ہوا کے خزانے، خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ حاجت تمہارے اندر پیدا ہوتی ہو اور انھیں پورا کرنے کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔

تو موسیٰ کے پیٹ میں درد بھیجا پھر کہا جاؤ ریحان استعمال کرو، اب ریحان استعمال کیا درد چلا گیا، کیا ہوا کہ ایک سبب تجربے میں آگیا۔ کس کے تجربے میں؟

نبی کے تجربے میں آگیا کہ ریحان سے پیٹ کا درد چلا جاتا ہے۔

ہم نے بھی تجربے کر کر کے یہ اسباب بنائے ہیں، خدا کی قسم سارا نظام جھوٹا ہے۔ اللہ ربّ العزّت تو امتحان کے لئے اپنی قدرت سے سبب میں کامیابی ڈال دیتے ہیں، اور ہر آن ہر لمحہ اسباب کی شکلوں کو بدل رہے ہیں اور ان کی تاثیرات کو بدل رہے ہیں۔

سارے اطبا، سارے ڈاکٹر خدا کی قسم سب دھوکے میں ہیں۔

سب امتحان میں پھنسے ہوئے اور ان کے امتحان سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں سوائے ایمان کی دعوت کے، ورنہ سب دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

ملکوں میں بڑے بڑے اسٹور دواؤں سے بھرے پڑے ہیں، وہ اپنی دواؤں کو سمندر میں ڈالتے ہیں۔

تو کیا ہوا؟ ہوا یہ کہ سب دوا فیل ہوگئی، اعلان ہوا ملک بھر میں کہ اس دوا کو استعمال نہ کرو، جو ڈاکٹر یہ دوا بیچے گا اس کو بھی پکڑ لیا جائے گا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ یہ دوا تو بہت استعمال ہوتی تھی، ہاں، اب یہ دوا بہت مضر ہے۔

میرے دوستو، ابھی ہم قدرت کو سمجھتے نہیں ہیں، ابھی تو ہم قدرت کو اسباب میں سمجھ رہے ہیں کہ یہ اللہ کی قدرت ہے، اس میں قدرت نہیں، قدرت اللہ کی ذات میں ہے، قدرت اسباب میں نہیں ہے۔ اللہ نے قدرت سے اسباب بنائے ہیں یعنی دنیا کی ساری شکلوں کو بغیر نمونہ کے بنادیا ہے پر قدرت کو ان شکلوں کے اسباب میں رکھا نہیں ہے۔

تو ہمارے تجربات میں اسباب آتے ہیں، تو ہم ان اسباب کی طرف چلتے ہیں اور قدرت ہمارے خلاف ہوتی ہے، اگر کام بن گیا تو یہ اللہ کی رضا کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہیں، کیونکہ ہمارا کام بن گیا ہے، نہیں میرے دوستو! اللہ ربّ العزّت ناراض ہو کر زیادہ کام بناتے ہیں۔

دنیا میں انسانوں کے کام ناراض ہو کر زیادہ بناتے ہیں، اور راضی ہو کر کم بناتے ہیں اس لئے کہ فقر اور فاقہ میں صحابہ ملیں گے اور کھانے پینے میں باطل ملے گا، کیونکہ وہ نہ ماننے والوں کے کام زیادہ بناتے ہیں، اور ماننے والوں کے کام کم بناتے ہیں کیونکہ اللہ نے ان کے سارے کام جنت میں بنانے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

اور دنیا میں کام کن کے بنائیں گے؟ کام ان کے بنائیں گے جن کے لئے آخرت میں کوئی نعمت نہیں ہے۔ یہاں دنیا میں وہ ایمان والے پریشان ہوں گے، جن کا ایمان انتہائی کمزور ہے، ورنہ ایمان اور اعمال صالحہ پر وعدہ کیا ہے کہ دنیا کی زندگی بھی خوشگوار

بنائیں گے، پر کمزور ایمان والے یوں کہیں گے کہ اللہ نے جو باطل کو دیا ہوا ہے ہمیں کیوں نہیں دیا، جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ،

ہمارے پاس بھی وہ ہوگا جو قارون کے پاس ہے (قرآن)

تو یقین والے کیا بولے؟ یقین والے بولے کہ،

''ارے تمہاری ہلاکت ہو، یہ تم نے کیا کہہ دیا، ارے اللہ کی طرف سے آخرت میں ملنے والا دنیا سے بہتر ہے'' (قرآن)

کہ اللہ ثواب کہاں دیں گے؟

آخرت میں، ثواب جنت کو کہتے ہیں۔

کمزور ایمان والے دنیا میں تمنا کریں گے۔ کیونکہ ہر زمانے کے قارون الگ اور ہر زمانے میں مال کی تمنا کرنے والے بھی ہوں گے، آج بھی ہیں، بہت سے ایمان والے، بہت سے کیا میرے دوستو! سارے ہی ایمان والے اس زمانے میں، وہ بھی بیچارے اسی تمنا میں ہیں۔ باطل کو دیکھ دیکھ کر متاثر ہو رہے ہیں اور اس کی تمنا کر رہے ہیں اور جب ان کا نظام ہلاک ہو جائے تو پھر توبہ کریں، تو یہ بھی وہ کریں جن میں ایمان ہو، اور جن میں ایمان نہ ہو وہ تاویل کریں کہ یہ تو اس وجہ سے ہو گیا، یہ نہیں سمجھتے کہ یہ تو اللہ کا عذاب ہے۔

اس لئے میرے دوستو! اللہ ربّ العزّت نے اسباب بنائے تو ہیں لیکن انہیں اپنی قدرت میں رکھا ہے اور اسباب انسان کا صرف امتحان ہیں کہ دیکھیں انسان کس یقین کے ساتھ اس سبب میں لگا اور کیا کیا۔ اس سے اللہ ربّ العزّت نے نبیوں کا بھی امتحان لیا ہے ایمان کا۔

تو موسیٰ کی بات عرض کر رہا تھا کہ وہ چلے ریحان کی طرف، ریحان استعمال کیا، پیٹ

کا درد چلا گیا، پھر کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے دوبارہ لائے درد، موسیٰ کو پھر جب درد محسوس ہوا تو چلے ریحان کی طرف،

کس نے بتائی تھی یہ دوا موسیٰ کو؟

عالم الغیب اور عالم الحِکَم، یعنی اللہ تعالیٰ نے خود یہ بوٹی موسیٰ کو بتائی، کسی حکیم یا ڈاکٹر نے نہیں بتائی، تو دوبارہ موسیٰ گئے، اور ریحان استعمال کیا، کہ اللہ نے درد کو جسم سے دور کرنے کے لئے ریحان کو بتایا ہی ہے، لیکن شفا نہ ملی، تو اب پریشان کہ پہلے تو اسی سے شفا ملی تھی، اس بار شفا کیوں نہ ملی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! کہ اے موسیٰ پہلے تو تم ہماری طرف آئے تھے پھر ہمارے حکم کی وجہ سے تم ریحان کی طرف گئے تھے، اس بار تم سیدھے ریحان کی طرف گئے۔

یاد رکھنا میرے دوستو! اسباب اللہ کے غیر کی طرف لے جائیں گے اور لے جا رہے ہیں۔ اعمال حکم کی طرف لے جائیں گے، حکم اللہ کی ذات کی طرف لے جائیں گے، ہاں احکامات اللہ کی ذات کی طرف لے جائیں گے، کہ نماز ادا کر کے اللہ سے مانگو، حکم پورا کر کے اللہ سے مانگو۔

اور اسباب کہاں لے جائیں گے؟

اور اسباب لے جائیں گے تجربات کی طرف اور تجربے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے غیر سے تجربہ کیا ہوا ہے کہ اللہ نے ہمیں اسباب دیئے ہوئے ہیں۔

نہیں میرے دوستو! بلکہ اللہ نے ہمیں اسباب دیئے ہیں محض امتحان کے لئے اور اللہ ربّ العزّت نے احکامات دیئے ہیں محض اطمینان کے لئے، ہاں اطمینان کے لئے احکامات دئے ہیں۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد، آیت نمبر ۲۸)

ذکر کسے کہتے ہیں؟

ذکر کہتے ہیں اللہ کے احکامات کو، کہ ہر اطاعت کرنے والا ذاکر ہے، اللہ نے ہمیں کیوں دئے احکامات؟

اللہ نے اطمینان کے لئے احکامات دئے ہیں، اور اسباب، تو اسباب ہیں امتحان کے لئے کہ اللہ ربّ العزّت اسباب دے کر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسباب کے احکامات پورا کرنے سے کامیابی کا یقین ہے یا اسباب کا یقین ہے، دنیا کو اللہ تعالیٰ نے اسباب سے بھر دیا کہ اسباب کا امتحان لینا ہے، اللہ ربّ العزّت اسباب لاتے ہیں امتحان کے لئے، تو ابراہیمؑ کا بڑا امتحان بہت بڑا امتحان، کہ اس وقت شدید ضرورت ہے: براہیمؑ کو کسی کی مدد کی کیونکہ آگ میں ڈالا جانے والا ہے، تو بہت بڑا سبب آیا جبرئیل کا، کہ ان سے بڑی کوئی مخلوق نہیں، لیکن چھوٹے سے چھوٹا ہونے کے لئے مخلوق کا لفظ ہی کافی ہے کہ ہر چیز کی خالق اور مالک اللہ کی ذات ہے اور ساری چیزیں وہ مخلوق، تو جبرئیل سے بڑی مخلوق اللہ نے کوئی نہیں بنائی، لیکن کیونکہ جبرئیل مخلوق ہیں۔

میرے دوستو! کسی کے قد سے، کسی کے بدن سے، کسی کی لمبائی چوڑائی سے کچھ نہیں بنتا اور نہ ہی کچھ ہوتا ہے جو اللہ کا غیر ہے وہ مخلوق ہے اور مخلوق کبھی خالق نہیں بن سکتی۔ جو مخلوق ہے وہ خالق سے چھوٹی ہے اور خالق کے ماتحت۔

سب سے بڑی مخلوق جبرئیل اللہ کے خوف سے ایسے ہو جاتے ہیں جیسے وہ ایک بہت چھوٹا پرندہ ہوتا ہے جسے دہیا کہتے ہیں، جسے پودا کہتے ہیں، یہ بہت چھوٹی سی چڑیا ہوتی ہے اس سے چھوٹی چڑیا کا کوئی سائز نہیں ہوتا، سمٹ کے سکڑ کے اللہ کے خوف سے جبرئیل ایسے ہو جاتے ہیں۔ اور اصلی حالت تو یہ ہے کہ سر عرش سے لگا ہوا ہے اور پیر زمینوں کے اندر ہیں اور پورب سے پچھم تک سارا پروں نے گھیرا ہوا ہے، یہ حاضر ہے کہ

اے ابراہیم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟

میرے دوستو، بزرگو! جن کے یقین بن جاتے ہیں نا، وہ اپنے اور اللہ کے درمیان اسباب نہیں رکھا کرتے، ان کی نگاہ اللہ پر براہ راست ہوتی ہے، تو اللہ کی طرف سے ان کی مدد براہ راست ہوتی ہے، کہ ابراہیم نے جب اپنے اور اللہ کے درمیان کوئی سبب نہ رکھا تو اللہ نے بھی اپنے اور آگ کے درمیان کوئی سبب نہ رکھا، پانی کو، ہوا کو، کسی فرشتے کو کسی بھی مخلوق کو، کسی بھی قسم کا کوئی کیمیکل آگ بجھانے کے لئے استعمال نہیں فرمایا، بلکہ اللہ نے اپنا امر براہ راست استعمال فرمایا۔

کہ جنہیں اللہ کی ذات سے براہ راست لینا آتا ہے وہ اسباب سے مستغنی ہوتے ہیں۔

وہ تو میرے دوستو! یقین نہیں ہے اس لئے ہمارے اور اللہ کے درمیان یہ اسباب ایسی رکاوٹ بن گئے ہیں، کہ ہمارے اعمال پر غالب آگئے ہیں، ہاں اعمال پر اسباب غالب آگئے ہیں۔

اِن اسباب کی بیڑیوں سے اور ان اسباب کے غلط یقین سے ایمان کی دعوت کے بغیر نہیں نکلا جاسکتا، ہر وقت مقابلہ ہوگا اعمال اور اسباب کا، میرے دوستو! اسباب اور اعمال کے مقابلے میں یقین والے کامیاب ہوں گے اور یقین تو دعوت سے بنے گا۔

یقین کا دعوت کے سوا بننے کا کوئی راستہ نہیں ہے کیوں کہ دعوت کا تقاضہ یہ ہے کہ ظاہر کے خلاف بولے، یہ تقاضہ ہے دعوت کا، کلمہ کی دعوت ظاہر کے خلاف ہے۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ" کے کلمہ کی دعوت ظاہر کے خلاف ہے، جتنا اس کو بولا جائے گا وہ ظاہر کے خلاف بولا جائے گا اور جتنا ظاہر کے خلاف بولا جائے گا اتنا یقین بنے گا، لیکن ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہم تو ظاہر کے مطابق بول رہے ہیں کہ:

یہ بیماری، یہ دوا یہ خوف، یہ ہتھیار، یہ پریشانی، یہ مسئلہ، یہ عہدہ۔

یعنی اسباب فوراً ذہن میں آتے ہیں، مسائل کے لئے کیا کبھی ذہن میں آیا کہ صدقات سے زیادہ بہتر اچانک آجانے والی مصیبت کو ٹالنے والی کوئی چیز نہیں۔

ایک صحابی تھے، انہوں نے اپنے مصلّے سے لیکر باہر دروازے تک ایک رسی باندھی ہوئی تھی، وہ صحابی نابینا تھے، اس لئے دروازے تک جانے کے لئے ایک رہبر چاہئے تھا تو وہ رسی ان کے رہبر کا کام کرتی تھی۔ مصلّے پر پیسے اور کھانے کی چیزیں ہوتیں، تو وہ مصلّے پر سے درہم اٹھاویں اور رسی پکڑ، پکڑ کر دروازے پر جاویں، دروازے پر جا کر یتیم کو اور مسکین کو اپنے ہاتھ سے دیں، تو ان کے جوان جوان لڑکے تھے، وہ کہتے کہ ابا آپ یہ کام ہم لوگوں سے کیوں نہیں کراتے کہ ہم لوگ تو ہوتے ہیں گھر میں موجود، تو آپ کیوں تکلیف اٹھا کر باہر جاتے ہیں آپ ہم لوگوں سے کہہ دیا کریں، ہم لوگ دے آیا کریں۔

تو ان صحابی نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ بچو، تم نہیں جانتے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا یہ اچانک آنے والی بلاؤں کو، اچانک آنے والی مصیبتوں کو، اچانک آنے والے حوادثات کو روک دیتا ہے۔

اب کیا ہے کہ ہم نے تو بیمہ کرایا ہوا ہے، یہ حکومت سے ہونے کا یقین ایسا کرا رہا ہے کہ انسانوں کا بیمہ ہو رہا ہے، کہ ہم نے تو بیمہ کرایا ہوا ہے، اب تو ہم حکومت کی ذمہ داری میں ہیں۔ مرے گا تو اس کے رشتہ داروں کو تو نہیں ملنے کو کچھ، ذلت سے دھکے کھائے عدالتوں کے، کہ ہمارا بیمہ ہوا تھا، حالانکہ جس نے کسی مسکین کو اپنے ہاتھ سے صدقہ دیا تو اپنا بیمہ اللہ سے کرا دیا کہ اللہ کی امان میں ہے وہ، پر میرے دوستو! اس کا یقین نہیں ہے۔

میرے بزرگو! ہم نے تو اپنے اور اللہ کے درمیان اسباب کو سمجھا ہوا ہے کہ اللہ نے ہمیں دکان دی ہوئی ہے یا اللہ نے ہمیں زمینداری دی ہوئی ہے۔

میرے بزرگو، دوستو! عہدے کے ساتھ ذلت آئے گی، دکانوں کے ساتھ قرض آئیں گے، زمینوں کے ساتھ سیلاب اور ٹڈیاں آئیں گی، کیوں کہ اسباب دیئے اللہ نے، قدرت ساتھ نہیں کی ہے، یہ اسباب ناکامیاں لیکر آرہے ہیں۔

"اللہ ربّ العزّت اسباب دیتے ہیں، دیکھنے والے کہتے ہیں کہ دیکھو یہ بادل آرہا ہے۔ میری زمین میں برسے گا لیکن انہیں خبر نہیں کہ اس بادل کے اندر دردناک عذاب ہے، نہ معلوم اس میں سے پتھر برسیں یا تیزاب، یا نہ رکنے والا پانی جس سے سیلاب آجائے۔ انہیں اس کی خبر نہیں"۔ یہ صرف بادل دیکھ رہے ہیں کہ ہاں سب مل گیا حالانکہ قدرت کے خلاف ہے۔

وہ تو بیچارے احمق، بدھو ہیں جو یوں سمجھیں کہ اللہ نے جس کو اسباب دیئے ہیں وہ غالب آجائے گا۔ اللہ ربّ العزّت ایک منٹ میں راحت کے اسباب کو ہلاکت میں تبدیل کر دیتے ہیں، ہاں ایک منٹ میں کر دیتے ہیں کہ انسانوں کی عقلیں حیران ہو جاتی ہیں کہ ارے ابھی تو یوں تھا، اب ایسا کیسے ہوگیا۔

میرے دوستو! اللہ کا غیبی نظام تو یقین والوں کے ساتھ ہوگا، عمل والوں کے بھی موافق نہیں ہوگا۔ تو یقین والوں کے ساتھ ہوگی قدرت اور اسباب والے سب حیران ہوں گے، کیوں کہ اللہ ربّ العزّت اسباب والوں کو ان کے تجربات میں اپنے تعارف کے لئے انہیں جھوٹا کر کے دکھلاتے ہیں۔

نبیوں کو بھی اللہ ربّ العزّت اپنے تعارف کے لئے ان کے اسباب میں ناکام کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ نبی ہیں۔

سنو، موسیٰ آگ جلانے چلے، سفر میں تنہا ہیں، بیوی حمل سے ہے اور رات کا وقت، بیوی کو دردِ زہ ہو رہا ہے کہ بچہ ہونے والا ہے، ادھر موسیٰ کا ہمیشہ کا تجربہ ہے کہ ہم

چکماک سے آگ جلاتے ہیں جب آگ کی ضرورت پڑتی ہے تو پتھر کو رگڑتے ہیں پتھر پر، تو ایسا کرنے سے چنگاری نکلتی ہے اور آگ جل جاتی ہے۔ لیکن اللہ ربّ العزّت نے جس دن موسیٰ کو اپنا تعارف کرانا چاہا اس دن آگ نہ جلی، جب کہ ہمیشہ ایسا ہی، یعنی چکماک سے ہی آگ جلاتے تھے، پر آگ آج نہ جلی۔

ہمیشہ کا تجربہ، کس کا؟ نبی کا تجربہ وہ آج فیل ہوگیا، کہ آگ جلانے کے لئے کوشش کرتے رہے، جب آدمی اپنی کوششوں میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ آسمان ہی کی طرف دیکھتا ہے، یہ ہر ایک کا مزاج ہے کہ جب کام نہیں بنتا تو اوپر دیکھتا ہے آسمان کی طرف۔

تو موسیٰ نے بھی نگاہ اوپر اٹھائی تو سامنے آگ نظر آئی، تو خوش ہوئے کہ واہ، واہ ہوگیا کام، کہ اگر آج چکماک سے آگ نہ جلی تو جلی جلائی آگ مل گئی۔ اب چلے آگ کی طرف، جب آگ کے قریب پہونچے تو آگ پیچھے ہٹی، تو سوچا کہ یہ عجیب آگ ہے کہ آگے بڑھو تو یہ پیچھے ہٹتی ہے اور جب پیچھے ہٹو تو آگے آجاتی ہے عجیب آگ ہے یہ تو اللہ ربّ العزّت نے اپنا تعارف کرانے کے لئے کہ موسیٰ کو اپنا نبی بنانا ہے اور نبی بنا کر بھیجنا ہے، اس لئے اللہ نے اپنا تعارف کرا دیا۔

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (سورۂ طٰہٰ، رکوع ۱)

لیکن آج امت اسباب کی پٹی آنکھوں پر باندھے ہوئے ہے، آج کام کرنے والے ساتھی خود تجربات ہی پر چل رہے ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ کام کرنے والوں ہی نے ابھی تک ایمان کے سیکھنے کی ظاہر کے خلاف بولنے کی، ظاہر کے خلاف سوچنے کی، ظاہر کے خلاف چلنے کی نیت ہی نہیں کی ہے۔

بس اسباب، اسباب، اسباب۔ ہم جڑ رہے ہیں مارکیٹوں پر، ہم جا رہے ہیں سرمایہ داریوں پر، ہم نے اب تک ایمان کے حلقوں میں جڑنا شروع نہیں کیا۔

اس لئے میرے دوستو! ایمان کا دعوٰی نہیں اللہ کو ایمان کی دعوت پسند ہے، لیکن یہ اتنا بڑا دھوکہ لگا مسلمانوں کو کہ ایمان کی دعوت غیروں کے لئے ہے، نہیں ایمان کی دعوت خود ایمان والوں کے لئے ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (سورۂ نساء، آیت نمبر ۱۳۶)

کہ ایمان والو! ایمان لاؤ۔

عبداللہ ابن رواحہؓ ایمان کی مجلسیں مشرکین کے ساتھ نہیں ایمان والوں کے ساتھ لگاتے تھے۔

اِجْلِسْ بِنَآ اٰمِنُوْا سَاعَةً

آؤ بیٹھو تھوڑی دیر ایمان لے آئیں۔

اس ایمان کی مجلس میں غیبی نظام کے تذکرے۔ لیکن آج چار ایمان والے بھی کہیں بیٹھے ہوئے ایمان کی باتیں کرتے ہوئے نہیں ملیں گے، ہاں، اِس کے اسباب اُس کے اسباب، اِس کے جہاز، اُس کے راکٹ، اُس کا بم، اُس کی تجارت، اُس کا ملک۔ یعنی خدا کی قسم صبح سے شام تک اس زمانے میں پوری دنیا کے اندر ہر ایمان والا ایمان کو بگاڑنے کی محنت میں لگا ہوا ہے۔

ایمان کیسے بنے؟ ایمان اسباب کی باتوں سے نہیں بنا کرتا۔ ایمان تو اللہ کے اس غیبی نظام کے تذکرے سے بنے گا جس غیبی نظام کے ذریعہ یہ سارا ظاہری نظام ٹوٹتا ہے، مسجد سے لیکر بازار تک اور گھروں تک کہیں ایمان کے حلقے نہیں۔

مجھے تو بڑی حیرت ہوئی کہ ملک کے سارے پرانے یہاں (مرکز نظام الدین دہلی میں) ملک کے مشورے پر جمع ہوئے تھے میں نے کہا کہ تم مسجد وار جماعت، مسجد وار جماعت کہتے رہتے ہو، تمہیں اب تک پتہ ہی نہیں کہ مسجد وار جماعت کسی جڑی بوٹی کا نام

ہے، کسی مسجد وار جماعت کا آج تک کسی مسجد میں ایمان کا حلقہ نہیں ہے، کہ جنت کے، دوزخ کے، قبر کے، برزخ کے، فرشتوں کے، قدرت کے، ربوبیت کے، غیبی خزانوں کے، اللہ کے کرنے کے ضابطوں کے کیا اسباب ہیں؟

ان کے کرنے کے کیا ضابطے ہیں۔ کوئی مجلس نہیں کسی مسجد میں۔

کہیں مسجد وار جماعت کے دس ساتھی، کہیں بیس ساتھی، کہیں تیس، کہیں پچاس اور مہاراشٹر والوں نے تو بتایا کہ ہمارے یہاں کسی کسی مسجد میں سو سو ساتھی جڑتے ہیں، یہ نہیں کہ یہ مسجد وار جماعت کے ساتھی سارے عالم کے مسلمانوں کو ان کے کارخانوں سے، دکانوں سے، کھیتوں سے، گھروں سے نکال نکال کر مسجد کے ایمان کے حلقوں میں لاکر جوڑیں، وہ وہاں ایمان کی باتیں سنیں، پر کسی مسجد میں آج تک ایمان کا حلقہ نہیں ہے۔

تو میں نے کہا ان پروانوں سے کہ یہ تو گھر وار جماعت ہے، کارخانے وار جماعت ہے، دکان وار جماعت ہے۔

رہی مسجد وار جماعت، تو جس مسجد میں ایمان کا حلقہ نہیں، تو کیسے یہ مسجد وار جماعت ہے۔ یہ تو دکان وار جماعت ہے۔ مسجد وار جماعت تو یہ جب ہوتی جب کارخانوں سے، دکانوں سے، گھروں سے، کھیتوں سے اور سارے اسبابوں سے نکال نکال کر مسجد کے ایمان کے حلقوں میں مسلمانوں کو جوڑتی تب ہوتی یہ مسجد وار جماعت۔

مجھے تو یہ حیرت ہے کہ بجائے ان کو اسباب کے ماحول سے نکال کر ایمان کے حلقوں میں لانے کے، یہ مسجد وار جماعت خود ہی بیچاری اسباب کے ماحول میں جا بیٹھی، آدھے گھنٹے سے ایک ساتھی دکان پر بیٹھا ہوا ہے، پوچھا تو یہاں کیوں بیٹھا ہوا ہے۔ کہنے لگا میں یہاں ایمان کی بات کر رہا ہوں، پوچھا کہ یہاں اسباب کی ظلمتوں میں، تیرے ایمان کی

باتوں سے یہ متاثر ہو جائے گا؟

یا تیرا ایمان ایسا ہے کہ تو یہاں اسباب کی ظلمت سے متاثر نہ ہو؟

عبداللہ ابن رواحہؓ لوگوں کو جمع کرتے تھے کہ آؤ بیٹھو ایمان لے آئیں۔ یہ نہیں کہ ہم تو ایمان لائے ہوئے ہیں ہی، اب عمل کریں گے۔ میرے دوستو! حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو ایمان کی دعوت پر اٹھایا تھا، کلمہ کی دعوت پر اٹھایا تھا۔ یہ نہیں کہ کلمہ پڑھ لیا ہے اب تمہارے اوپر یہ اعمال ہے، جاؤ ان اعمال کو کرتے رہنا، ہر ایک کو خبر تھی کہ میرے اپنے ایمان میں ترقی کے لئے یہ کلمہ دیا گیا ہے، اس کی دعوت دی گئی ہے اور ہر ایک کلمہ کا داعی تھا کہ اپنے ایمان کی ترقی کے لئے اور کوئی مسلمان اسلام سے نکل نہ جائے اس کے لئے اور اسلام میں آنے کا راستہ کھولنے کے لئے کہ سارے اقوام اسلام میں داخل ہوں۔

میرے دوستو، بزرگو! پہلے تو کلمہ کی دعوت ایمان والوں میں سے نکلے گی، پھر ایمان والے اسلام میں سے نکلیں گے، واقعی میں سچی عرض کر رہا ہوں۔

سنو میری بات کہ اس امت کے ارتداد کی وجہ ہی صرف یہ ہے کہ ایمان والوں نے آپس میں ایمان کی دعوت چھوڑ دی۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب کلمہ والوں نے کلمہ کی دعوت چھوڑی تب ایمان والے اسلام سے نکلے ہیں۔ وہ تو جب بھی امت دعوت چھوڑ دے گی، ردّت آئے گی۔ یقینی بات ہے جب ایمان والے ایمان کی محنت چھوڑیں گے نا، کلمہ کی دعوت چھوڑ دیں گے نا، تو جو اسلام سے بھاگنا چاہے گا، بھاگ جائے گا اور اسلام میں آنے کا راستہ تنگ ہو جائے گا۔ صرف کلمہ کی دعوت چھوٹنے سے۔

میرے دوستو، یہ میرا اندازہ نہیں حقیقت ہے، کوئی مبالغہ نہیں ہے، یہ بات ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں سارے اعمال اعلیٰ درجہ کے تھے لیکن حضور ﷺ کی وفات پر دعوت

کے اندر ضعف آیا تو فوراً ارتداد آ گیا، ابوبکر صدیقؓ نے فوراً مدینہ کو خالی کرنے کو سوچ لیا کہ فوراً سب نکل جاؤ۔ ابوبکرؓ ردّت کا علاج تھے۔ یعنی ابوبکرؓ کی دعوت کی محنت، یہ بات تو سو فیصد یقینی ہے کہ جب امت میں سے کلمہ کی دعوت نکلے گی تو ارتداد آئے گا۔

ایک بہت بڑی آبادی کا اسلام میں داخل ہو جانا میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! اتنی بڑی بات نہیں ہے جتنا ادنیٰ سے ادنیٰ ایمان والے کا اسلام سے نکل جانا۔ ایک جاہل آدمی جو دین سے جاہل ہو، صرف کلمہ گو ہو، اسے کچھ نہیں آتا اس کا اسلام سے نکل جانا، ایک بہت بڑی غیروں کی آبادی کا اسلام میں داخل ہو جانا اتنا معنی نہیں رکھتا، جتنا ایمان والے کا اسلام سے نکل جانا۔

حضرت فرماتے تھے کہ جب امت کلمہ کی دعوت چھوڑ دے گی تو پھر امت کو دوسروں کا دین بھلا لگے گا۔

اس لئے میرے دوستو، بزرگو! اب سے پہلے ایمان کے حلقے قائم کرو۔ جتنے بھی ہم مسجد سے جڑ رہے ہیں نا، سب سے پہلے ایمان کے حلقے قائم کرو۔ آنے والوں کو مسجد کے ماحول میں کلمہ کی دعوت دو۔ میں سچی سچی عرض کرتا ہوں کہ اعمال کی دعوت سے بھی ردت ختم نہیں ہوگی، ردّت صرف کلمہ کی دعوت سے ختم ہوگی۔ اعمال کی دعوت سے ردّت نہیں ختم ہوگی۔

جو پہلے دن کا کلمہ کا داعی تھا، ابوبکر صدیقؓ، یہ پہلے دن سے ایمان کے داعی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے جب کلمہ کو پیش کیا تو تینوں طبقات پر پیش کیا، ساری انسانیت انہیں تین پر مشتمل ہے، مرد، عورت، بچہ۔ آپ ﷺ نے کلمہ کی دعوت کو ایک ہی وقت میں ان تینوں طبقے پر ایک ساتھ پیش کیا کہ تینوں کو یعنی ابوبکر صدیقؓ خدیجۃ الکبریٰؓ علیؓ ابن ابی طالب کو اسی وقت کلمہ کا داعی بنا دیا تو ابوبکر صدیقؓ پہلے ہی دن سے

کلمہ کے داعی تھے۔

ان کے پہلے ہی دن کی کمائی میں چھ آدمی ہیں۔ان میں سے پانچ وہ ہیں جنہیں دنیا میں ہی جنت کی بشارت دی گئی۔یہ ابوبکر صدیقؓ پہلے داعی ہیں اس امت کے۔کیونکہ پہلے دن سے داعی تھے اس لئے آخری دن یعنی جس دن جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، وفات کے بعد پھر بالکل ارتداد کا زمانہ اور جب ارتداد آیا تو اس ارتداد کا مقابلہ صرف ابوبکر صدیقؓ نے اکیلے کیا۔سارے صحابہ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ بھی آپ ﷺ کی وفات سے متاثر ہیں، پر ابوبکر صدیقؓ نے ہمت سے کام لیا۔

میرے بزرگو، دوستو! داعی کی صفت یہ ہے کہ داعی دین کا نقصان برداشت نہیں کریگا۔پکی بات ہے یہ، کہ دین کا نقصان ہو، اور ابوبکرؓ زندہ رہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، کہ داعی دین کا نقصان ہرگز برداشت نہیں کریگا۔

اب اگر ہمارے ذہنوں میں یہ ہے کہ ہم سب دعوت کا کام کررہے ہیں اور ہم داعی ہیں تو اس کا اندازہ اس سے لگالو کہ آیا اپنے گھر سے لیکر عالمی سطح پر جتنا دین کا نقصان ہو رہا ہے، تو اس دین کے نقصان سے میرے اندر کیا کیفیت ہے۔باہر بعد میں جانا۔یہ دیکھو کہ میرا اپنا بیٹا جو دین کا نقصان کررہا ہے اس سے میرے اندر کیا کیفیت ہے۔تبلیغی ہونا کوئی بات نہیں ہے کہ تین دن لگائے تو تبلیغی جماعت کے ہوگئے؟ چلّہ لگایا کہ ہم دعوت کا کام کرنے والے ہوگئے، کسی پر جماعتی ہونے کی مہر لگ جانا بہت آسان ہے، جماعت کے کام سے نسبت ہوجانا بہت آسان ہے۔لیکن اندر کیفیت کا بدل جانا یہ اصل حقیقت ہے۔

کتنے چار چار ماہ دینے والے، ہر سال چار ماہ دینے والے، سالانہ چلّہ دینے والے، مقامی کام کرنے والے، ماہانہ ۳ دن دینے والے، کتنے ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کے

اوامر کو اپنا یقینی اسباب سمجھا ہوا ہے؟ بات یہ ہے کہ کلمہ کی دعوت کام کرنے والوں سے ہی نکلی ہوئی ہے۔اس دعوت کے چھوٹے رہنے ہی سے نہ خود ہمارا یقین بدلا، اور نہ ماحول بدلا۔ہاں دعوت کے دو خاصے ہیں، ایک یقین بدلنا، ایک ماحول بدلنا۔یہ کلمہ کی دو خوبیاں ہیں۔

یقین بھی بگڑے ہوئے تھے، ماحول بھی بگڑا ہوا تھا۔سانپ، بچھو کھانے تک قوم پہونچ جاتی تھی۔صحابہ فرماتے ہیں کہ ہمارا تو یہی حال تھا، جاہلیت الگ اور کفر کی ظلمتیں الگ۔نہ دین کے نہ دنیا کے۔کسی قسم کی کوئی استعداد نہیں تھی۔نبی نے آکر کلمہ کی دعوت دی کہ نبی کی آمد سے ان کے کلمہ کی دعوت سے یقین بھی بدلتا ہے، اور ماحول بھی بدلتا ہے۔اور جب کلمہ کی دعوت نکل جائے گی امت میں سے، تو یقین بھی بگڑیں گے اور ماحول بھی بگڑے گا۔

اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہر امّتی کو کلمہ کی دعوت دینے والا بنایا تھا۔ہر ایک جانتا تھا کہ میں امت کی ہدایت کا ذریعہ ہوں۔

دیکھو میرے دوستو! بہت ضروری بات یہ ہے کہ ہمیں ہر امّتی کے اندر اس بات کا احساس پیدا کرنا ہے کہ میں حضور ﷺ کا نائب ہونے کی حیثیت سے ہر امتی کی ہدایت کا ذریعہ بنا ہوا ہوں۔اس بات کو تو خوب اچھی طرح سے یاد کرلو۔

کہ میں بحیثیت امّتی ہونے کے کلمہ کی دعوت کا یعنی امّت کی ہدایت کا ذریعہ ہوں کہ

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (سورۂ آل عمران، رکوع ۱۲)

تمہیں انسانوں کی نفع رسانی کے لئے بھیجا گیا ہے۔

کیا ہے نفع رسانی؟

کہ تم تعارف کراتے ہو اللہ کا، یعنی کلمہ کی دعوت دیتے ہو اور انسانوں کے اندر سے اسباب کا یقین نکالتے ہو اور اس کے ساتھ یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ خود اپنے اندر اللہ کی ذات اور صفات اور ربوبیت کا یقین رکھتے ہو۔

یاد رکھو میرے دوستو! ہر امتی ساری امت کی ہدایت کا ذریعہ ہے لیکن یہ تجارت کرے اور ہدایت کا ذریعہ بنے، یہ زراعت کرے اور ہدایت کا ذریعہ بنے، یا صرف گھر میں بیٹھا رہے اور ہدایت کی دعا مانگتا رہے۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ (سورۂ فاتحہ)

اے اللہ ہم سب کو ہدایت دے دے۔

میرے بزرگو، دوستو! ہدایت، ہدایت کی دعاؤں سے نہیں بلکہ ہدایت کی دعائیں بھی کلمہ کی دعوت سے قبول ہوں گی۔ جب امّت میں سے دعوت نکل جائے گی تو امت میں سے ہدایت کی دعا بھی قبول ہونا بند ہو جائے گی، کیونکہ کلمہ کی دعوت دعا کی قبولیت کی شرط ہے۔

دعوت کیا ہے؟

دعاؤں کی قبولیت کے لئے شرط ہے، جب دعوت چھوڑ دے گی امت تو دعائیں بھی چھوڑ دے گی۔ بالکل پکّی بات ہے کیونکہ کلمہ کی دعوت اور دعا دونوں ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہیں۔ کلمہ کی دعوت چھوٹنے سے اسباب کا یقین آتا ہے اور اسباب کا یقین دعاؤں سے محروم کرتا ہے۔ بہت سیدھی بات ہے۔

دعوت کے چھوٹنے سے کیا آئے گا؟ کلمہ کی دعوت چھوٹنے سے اسباب کا یقین آئے گا اور اسباب کا یقین دعا سے محروم کرے گا کہ دعا سے کیا ہوگا، دکان سے ہوگا، دعا سے کیا

ہوگا حکومت سے ہوگا۔

میں سفر میں گیا ابھی بڑوت اور باغپت کے پاس سے گزر رہا تھا کہ راستے میں بہت سارے مسلمان اور غیر مسلم مرد اور عورت اور بچے پوری بھیڑ بنا کر جا رہے تھے سڑک پر، تو میں نے شیشہ کھول کر اپنی گاڑی کا ان سے پوچھا کہ بھئی کیا بات ہے، یہ کا ہے کہ ریلی نکل رہی ہے، یہ کیا ہو رہا ہے؟

کہنے لگے کہ ایک ہفتے سے بجلی نہیں آ رہی ہے تو ریلی نکال رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کہاں جاؤ گے تم لوگ؟ کہنے لگے کہ یہاں کے تھانے کو گھیرنے جا رہے ہیں۔

میں نے کہا تم تھانے کے بجائے مسجد میں چلے جاؤ، اللہ سے منوالو، تو اللہ کو اگر اس حکومت سے کام لینا ہوگا تو لیں گے اور بجلی پہونچے گی، اگر یہ نہیں دیں گے تو اللہ بجلی دیں گے، کسی اور سبب سے دیں گے۔

میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! بات یہ ہے کہ جب یقین بگڑ جاتے ہیں تو ایمان والے بجائے مسجد کا کھونٹا بننے کے وہ دھرنے دیتے ہیں۔ جب ایمان بگڑ جاتے ہیں تو بجائے روزہ رکھنے کے بھوک ہڑتال کرتے ہیں کہ بھوک ہڑتال کرو کہ کیا بات ہے، جی ہمارے یہ مطالبے ہیں، مطالبے اگر پورے نہیں ہو رہے ہیں اور کھانا بھی نہیں مل رہا ہے، ہاں ایک عذاب دنیا میں اور ایک عذاب آخرت میں ہوگا، سچی بات ہے جب یقین بگڑیں گے تو اور کیا کریں گے کہ دھرنا دیں گے بھوک ہڑتال کریں گے ریلی نکالیں گے ارے مسجد کے کھونٹے بن جاؤ نا۔ صحابہ کرام کہاں جاتے تھے؟ آندھی آئے تو، سوکھا پڑے تو، مقدمے آ جائیں تو، قرضہ ہو جائے تو مسجد میں اور یہ کہاں کی حکومت کی اسکیمیں کیا ہیں اس سال کی، تو حکومت کی اسکیموں کے یقین کی وجہ سے حکومت کی تجارت کی اسکیموں کا

حرام اس کے منہ میں جائے گا اور پھر یہ کہیں گے علماء سے کہ اس کو یوں کر دو، دیکھو حرام وہ تھا یہ نہیں ہے۔ حالانکہ وہ حرام کی بگڑی ہوئی شکل ہوگی۔

حضرت فرماتے تھے کی تم سور کے کباب کھاؤ چاہے سوٗر کا گوشت ملے ہوئے بسکٹ کھاؤ، دونوں حرام ہیں۔ تو باطل حرام کی شکل کو بدل کر ایمان والوں کو کھلائے گا تا کہ ان کے یقین بگڑیں، یہ دعاؤں سے محروم ہوں تو ہمارا کام چلے۔

میرے دوستو! اس وقت حلال کی اتنی تلاش نہیں ہے جتنا حرام کو حلال کرنے کی کوشش ہے اس زمانے میں۔

اگر امت کمانے میں حلال پر آجائے تو اللہ اس پر کمائیوں کے راستے بھی کھول دیں گے کہ تو یہ کر، تو وہ کر، اللہ اسباب کو آسان بھی کر دیں گے اور ان کے لئے کمائی کے راستے بھی کھول دیں گے۔

اس لئے میرے دوستو، بزرگو! اس کی نیت کرو کہ امت کو کلمہ کی دعوت پر لانا ہے تا کہ ایمان کی دعوت سے وہ یقین بنے جو اللہ کے وعدوں کے یقین پر کھڑا کر دے اور اللہ کے اوامر ہمارے یقینی سبب بن جائیں، اتنا ایمان سیکھنا فرض ہے کہ یہ کلمہ ہمیں اسباب کے یقین سے نکال دے۔

اس لئے یہ ایمان کی دعوت، کلمہ کی دعوت اور کلمہ کی محنت کا یہ کام ہے کہ بغیر ایمان کے کوئی عمل اللہ کے خزانے سے فائدہ نہیں دلا سکے گا۔ محنت تو ہر ایک کر رہا ہے لیکن ایمان، ایمان کے دعووں سے بن جائے یا ایمان خود بخود بڑھتا رہے، ایسا نہیں ہوگا بلکہ ایمان، ایمان کی دعوت سے بنے گا اور ایمان، ایمان کی دعوت سے ترقی کرے گا، پھر ایمان کی دعوت کے ساتھ اعمال کی دعوت، اعمال کی دعوت کے ساتھ آخرت کی دعوت، یہی ہر نبی کا طریقہ رہا ہے کہ اسباب سے ایمان کی طرف چیزوں سے اعمال کی

طرف دنیا سے آخرت کی طرف جس کی پہلی منزل برزخ، دوسری میدان محشر، تیسری جنت یا دوزخ۔

یہ ترتیب ہے دعوت کی۔ حضرت فرماتے تھے کہ قبر میں زبان یقین پر چلے گی، علم پر نہیں چلے گی، کہ ہمیں خبر ہے۔

مَنْ رَّبُّكَ، مَا دِيْنُكَ، مَا نَبِيُّكَ

کہ تمہاری ضرورتوں کو برزخ میں محشر میں اور جنت یا دوزخ میں کون پورا کرے گا؟ ضرورتوں کو پورا کرنے کے کیا اسباب ہیں اور کیا طریقے ہیں؟ اور ان دونوں کو حاصل کرنے کی محنت تمہیں کس نبی نے بتلائی تھی۔

اس کے علم پر زبان نہیں چلے گی، بلکہ اس کے یقین پر زبان چلے گی۔ اگر دنیا سے برزخ میں یہ باتیں علم میں لے کر گیا ہے تو یہ قبر میں، برزخ میں نا کام ہو جائے گا۔ اور جو یہاں قبر میں نا کام ہو جائے گا تو آگے کی ساری منزلوں میں نا کام ہو جائیگا، کیونکہ وہاں سوال یقین کا ہے۔

حضرت عمرؓ کو ایسا یقین حاصل ہو گیا تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سارا قبر کا نقشہ کھینچا حضرت عمرؓ کے سامنے، کہ اے عمرؓ دیکھ، تجھ سے قبر میں سوالات کئے جائیں گے، منکر اور نکیر یہ سوال آکر تجھ سے کریں گے اور ان کی آوازیں بجلی کی کڑک کی طرح ہوں گی، ان کے بال ان کے پیروں میں الجھے ہوئے ہوں گے، وہ اپنے دانتوں سے تیری قبر کھودیں گے اور ان کے ہاتھ میں اتنا زبردست ہتھوڑا ہوگا کہ جس کو سارے دنیا والے ملکر حرکت نہ دے سکیں گے۔ اے عمر، وہ تجھ سے تین سوال کریں گے۔ کہ تیری ضرورتوں کو یہاں کون پورا کرے گا۔ وہ کیا اسباب ہیں جن سے تیری ضرورت پوری ہو، اور وہ کون ہے جس نے تجھے وہ طریقہ بتلایا ہے۔

اگر تو ان سوالوں کا جواب دینے میں ذرا بھی ہچکچا گیا تو اس ہتھوڑے سے اس طرح ماریں گے کہ تو بالکل خاک ہو جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے پوری بات سن کر یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا میری اس وقت یہی کیفیت ہوگی جو یہاں اس وقت ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اسی کیفیت پر ہوگا، تو حضرت عمرؓ کہنے لگے اچھا جی، پھر تو میں ان سے نپٹ لوں گا ایمان کیا لائے گا؟۔ ایمان اطمینان لائے گا، اطمینان بھی لائے گا اور خوف بھی لائے گا۔ یعنی خوف اور امید۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اعلان ہو جائے کہ تمام لوگ جنت میں جائیں گے صرف ایک کو چھوڑ کر، تو مجھے اپنے بارے مین خوف ہے کہ شاید وہ جہنم میں جانے والا میں ہی ہوں، اور اگر یہ اعلان ہو جائے کہ تمام لوگ دوزخ میں جائیں گے صرف ایک کو چھوڑ کر تو مجھے امید ہے کہ وہ جنت میں جانے والا صرف میں ہی ہوں۔ ایسا خوف اور ایسی امید، اس ایمان پر ایسا اطمینان، تو آپ ﷺ سے فرمارہے ہیں حضرت عمرؓ، کہ پھر تو میں قبر میں منکر نکیر سے نپٹ لوں گا۔

اس پر جبرئیل آئے اور آ کر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یہ جو آپ کا ساتھی ہے نا عمر، اسکا ایسا ایمان ہے کہ جب قبر میں سوالات اس سے کئے جائیں گے تو یہ ہر سوال کا جواب دینے کے بعد خود فرشتوں سے سوال کر لیں گے کہ مَنْ رَّبُّكَ، مَا دِيْنُكَ، مَا نَبِيُّكَ تو دونوں فرشتے کہیں گے سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمیں عمرؓ کے پاس بھیجا گیا ہے سوال کرنے کے لئے یا آج عمرؓ کو ہم لوگوں کے پاس بھیجا گیا ہے ہم لوگوں سے سوال کرنے کے لئے۔

لیکن آج تو کلمہ کی دعوت امت میں سے نکل چکی ہے۔ آج امت ایمان پر نہ جڑ کر اسباب پر جڑ رہی ہے۔ سارا ملک جمع ہو رہا ہے۔

تجارت کی بنیاد پر، ہتھیاروں کی بنیاد پر، زراعت کی بنیاد پر یہ سارے کے سارے ناکامی دیکھنے والے ہیں آگے اور جو ایمان پر جمع ہوں گے، احکامات پر جمع ہوں گے، ایمان کے حلقے میں جمع ہوں گے اللہ ربّ العزّت ان کے لئے ظاہر کے خلاف کر کے دکھلائیں گے، اللہ نے پہلے بھی ایسا کیا ہے، آئندہ بھی ایسا کریں گے، اور آج بھی ایسا کر رہے ہیں۔ بھئی بات یہ ہے میرے دوستو! جب باطل نقشے ٹوٹیں اور ایمان والوں کو پھر بھی نہ ہوش آئے تو اللہ ربّ العزّت انکو بھی مار کر قبر کا عذاب شروع کر دیتے ہیں۔

اللہ ربّ العزّت تو باطل نقشوں کو ایمان والوں کے لئے توڑتے ہیں کہ دیکھ لو، اس سے عبرت حاصل کر لو، اگر تم نہیں سمجھو گے اس سے تو ہم تمہارے بھی نقشوں توڑیں گے۔ ایسے ہی جیسے ہم غیروں کے نقشے کو توڑ رہے ہیں۔ اللہ ربّ العزّت حالات لاتے ہیں اس سے ایمان والے سمجھتے ہیں، بے ایمان نہیں سمجھتے کہ میری تجارت نہیں چل رہی ہے، مجھے تو کوئی وظیفہ بتادو۔ ارے اللہ نے سب سے بڑا وظیفہ اپنا فریضہ دیا ہوا تھا، تو نے تو نماز کے ذریعہ لینا سیکھا ہی نہیں، تو تیرا کہاں سے مسئلہ حل ہو جائے۔

جب نماز کے بارے میں پوچھو تو کہتے ہیں کہ جی دعا کرو، اللہ نماز کی توفیق عطا فرمائے، لیکن ابھی تو کوئی تعویذ دیدو یا مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتادو، جس سے میرا قرضہ ادا ہو جائے۔

جس کا یقین اللہ کی ذات پر نہیں ہوتا، اسباب پر ہوتا ہے تو یہ عمل اسے کامیابی نہیں دلاتا، وہ عمل کو چھوڑ کر یعنی فرائض کو چھوڑ کر نوافل کی طرف جائے گا اور جو نماز چھوڑ دے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ اللہ کے وعدوں سے کیسے فائدہ اٹھا سکے گا۔ کیوں کہ اللہ کے وعدے تو اسلام کے ساتھ ہیں، اس کے وعدے اس کے حکموں کے ساتھ ہیں۔ جب اسلام میں اس کا کوئی حصہ ہی نہیں، جیسے دنیا میں مختلف قسموں کے

شئر (share) ہوتے ہیں ،مختلف قسموں کے حصے ہوتے ہیں،لوگ اس میں حصہ ڈالتے ہیں،اور گھر بیٹھے پیسے ملتے ہیں ۔تو اس کا اسلام میں حصہ ہی نہیں ،جس کے پاس نماز نہیں اس کا اسلام میں کوئی حصہ ہی نہیں ۔پھر اسے حج اور زکوۃ پر کیا ملے گا۔جب نماز ہی نہیں ،اسلام کی جڑ بنیاد ہی نہیں۔

اس لئے سوچو کہ یقینی اسباب کیا ہیں اور غیر یقینی اسباب کیا ہیں،ان کے درمیان فرق کرو۔اس میں یقین والا فرق کر سکے گا۔لیکن جسے یقین نہیں اسے تو یہ بھی خبر نہیں کہ حالات کیوں آرہے ہیں۔اللہ رب العزت حالات لاتے ہیں سمجھانے کے لئے ،متنبہ کرنے کے لئے ۔اگر حالات سے یہ نہ پھرا،اللہ کی طرف رجوع نہ کیا تو پھر مار کر قبر کا عذاب شروع کر دیتے ہیں۔

میرے دوستو! حالات تو تنبیہ کے لئے لائے جاتے ہیں۔اگر ان حالات سے بھی یہ صحیح راستے پر نہ آئے تو مار کر قبر کا عذاب شروع کر دیتے ہیں۔اس لئے حالات کو اپنے اعمال سے جوڑ کر دیکھو،تو یہ حالات تربیت بھی کر دیں گے اور ترقی بھی کر دیں گے۔

ایمان کی علامت یہ ہے کہ ایمان والا اپنے حالات کو اسباب سے نہیں جوڑے گا،یہ ایمان کی علامت ہے،یہ اپنے حالات کو اپنے اعمال سے جوڑ لے گا اور بے ایمان کہ وہ اپنے حالات کو اپنے اسباب سے جوڑے گا تو اس بے ایمان پر جتنے حالات خراب آئیں گے اتنے ہی زیادہ اسباب بنائے گا کہ یہ حالات ہیں تو یہ ہتھیار لاؤ یہ حالات ہیں تو یہ مال لاؤ یہ بیماری ہے تو یہ دوا لاؤ۔

ہاں،بیماریاں کہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ بیماریوں کے لئے دوائیں،ابھی ہم نے بیماریوں کا علاج اعمال سے نہیں کیا اور ہمیں یہ بھی خبر نہیں کہ جسم کے اعضاء سے جب اللہ کا حکم ٹوٹتا ہے تو اس حکم کے ٹوٹنے پر اس عضو پر کون سی بیماری آئی؟

عضو کے حکم کے ٹوٹنے سے کونسی بیماری آتی ہے،اس کی ہم نے کبھی جاننے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی؟ جیسے ایڈز (AIDS) مشہور بیماری ہے،کہاں سے یہ آئی،یہ ایڈز کی بیماری شرم گاہ کے حکم کے ٹوٹنے کی وجہ سے اللہ نے بھیجی ہے۔

مولانا محمد یوسف صاحب ؒ فرماتے تھے کہ جس عضو سے اللہ کا حکم ٹوٹے گا اس عضو کی بیماری کا سب سے پہلا سبب اللہ کا حکم ٹوٹنا ہی ہے،کہ جس عضو میں جو بیماری آئی ہے اس عضو میں بیماری کا آنا اس کا سب سے پہلا سبب اس عضو سے اللہ کا حکم ٹوٹنا(ہی) ہے۔

اس لئے میرے دوستو،بزرگو! بہت عقلمندی کی بات اور بہت کامیابی کا راستہ وہ یہ ہے کہ اپنے حالات کو بجائے اسباب سے جوڑنے کے اپنے حالات کو اپنے اعمال سے جوڑ لو۔

تو حالات تربیت کر دیں گے،کیونکہ حالات تربیت اور ترقی کے لئے ہیں،یہ حالات یعنی تکلیفیں،بیماریاں مصیبتیں،مقدمے،قرضے وغیرہ یہ تربیت کے لئے ہیں کہ انسان صحیح راستے پر پڑ جائے،مگر حالات تربیت اور ترقی ایمان والے کی کریں گے۔یہ ایمان کی علامت ہے کہ یہ اپنے حالات کو اپنے اعمال سے جوڑتے ہیں اور بے ایمان اپنے حالات کو جوڑے گا اسباب سے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والے کو احکامات دیئے اور بے ایمان کو اسباب دیئے۔

ہاں،بالکل صاف بات ہے،نہ اس میں کوئی شک ہے اور اس کے سمجھنے میں کوئی دقت بھی نہیں ہے کہ اللہ نے اسباب دیئے بے ایمانوں کو،اور احکامات دیئے ایمان والوں کو۔

تو بے ایمان مطمئن ہیں اپنے اسبابوں سے جن کے دلوں میں اللہ کی ذات عالی کا کوئی یقین نہیں تو وہ دنیا کے اسباب سے راضی بھی ہو گئے اور مطمئن بھی ہو گئے کہ قرآن کہتا ہے یہ بات کہ ہماری نشانیوں سے،ہمارے احکامات سے وہ غافل ہیں اور ایمان

والے کہ ہم نے ایمان والوں کو اسباب کے درجے میں اپنے احکامات دیئے ہیں، پکی بات ہے۔

تو کیا ایمان والے اسباب نہیں اختیار کریں گے؟ نہیں ایمان والے تو حکم کی بنیاد پر اسباب استعمال کریں گے، تو یہ اسباب میں احکامات تلاش کریں گے۔ غیروں کے پاس کامیابی کا سبب تجارت ہے اور ایمان والے کے پاس کامیابی کا سبب خدا کے احکامات ہیں جب ایمان نہیں رہے گا میرے دوستو! تو ہم بھی غیروں کے راستے پر تجارت کریں گے، سودی کاروبار کریں گے اور یہ کہیں گے کہ دنیا دار الاسباب ہے۔ سبب تو بنانا ہے کوئی نہ کوئی۔ تو اسباب بنانے میں حرام اسباب ان کی زندگیوں میں اسباب کے یقین کی وجہ سے آئیں گے۔

یقین تو ایک خاص شکل سے زندگیوں میں آئے گا۔ تقریروں سے نہیں یقین بنا کرتے، مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب یقین کی بات ہو تو یقین کی بات میں ایسا کھو جاؤ کہ تمہیں اپنے اندر کا شرک دکھائی دینے لگے، ایسا نہیں کہ یقین کی بات میں کسی اور بات کو سوچیں۔

سنو میرے بزرگو! اپنے آپ کو یقینی اسباب پر لاؤ، یقینی اسباب پر وہ آئیں گے جو ایمان کے حلقے قائم کریں گے۔ صحابہ کرام ایمان کے حلقوں سے اپنا ایمان بناتے تھے، وہ ایمان کے حلقے ختم ہو گئے کہ "آؤ بیٹھو تھوڑی دیر ایمان لے آئیں"۔ اوّل یہ غلط فہمی تھی کہ کلمہ کی دعوت غیروں کے لئے ہے، اس امت کے ساتھ جو سب سے بڑا حادثہ ہوا وہ یہی کہ کلمہ کی دعوت تو غیروں کے لئے ہے اور ہم تو ہیں ایمان والے۔

ہمیں ایمان سے غافل کیا ایمان کے دعوے نے، ایمان کے دعوے نہیں، اللہ رب العزت کو ایمان کی دعوت پسند ہے ایمان کا دعویٰ نہیں۔ جو ایمان کا دعویٰ کرے اس پر

اللہ امتحان ڈال دے کہ کیسے کہا تم نے کہ ایمان لے آئے، حالانکہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، کہ نبی جی کہہ دیجئے ان سے قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا کہ کہہ دیجئے ان سے کہ یہ ایمان نہیں لائے، اسلام لائے ہیں۔

ہاں اللہ ربّ العزّت خود کہہ رہے ہیں کہ یہ ایمان نہیں اسلام لائے ہیں۔

یہ ایمان، ایمان جب آئے گا میرے دوستو! جب اعمال اندر کا تقاضہ بن جائیں گے اور ایسا تقاضہ بن جائیں گے کہ دنیا کی کوئی طاقت کسی ادنیٰ عمل کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ دنیا کی کوئی طاقت ایمان والوں کو ادنیٰ عمل سے بھی نہ روک سکے گی۔ اور جب ایمان نہیں ہوتا تو دین اپنی سطح سے گرتے گرتے فرائض پر آجاتا ہے، کیونکہ فرائض یہ کفر اور اسلام کی باڑھ ہیں یہ فرائض کفر اور اسلام کی آڑ اور دیوار ہیں صرف۔ اگر یہ دیوار بھی بیچ سے ہٹ جائے تو بندہ کفر تک پہنچ گیا۔

یہ فرائض ہی تو کفر اور اسلام میں فرق ہیں۔ اس سے مطمئن نہ ہو جائیں کہ نماز تو ہم پڑھتے ہی ہیں، صرف نماز ہی دین نہیں ہے، یا اور سارے فرائض ہی صرف دین نہیں ہیں۔ فرائض تو کفر اور اسلام کی آڑ ہیں صرف۔

تو جب ایمان نہیں ہوگا تو پھر دین میں اتنا انحطاط آئے گا یعنی دین کے اندر اتنی کمی آئے گی کہ گرتے گرتے یہاں پر پہونچے گا کہ نماز ہی صرف دین ہے۔ اسلامی معاشرہ اس سے دور چلا جائے گا، غیروں کے طریقے محبوب ہوں گے۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ امت میں سے ایمان کی دعوت ختم ہوگی تو سب سے پہلے اس کا معاشرہ مرتد ہوگا کہ نماز پڑھیں گے، شکلیں غیروں کی، لباس غیروں کے، نماز پڑھیں گے تجارت غیروں کی، نماز پڑھیں گے مکان غیروں جیسے نماز پڑھیں گے شادیاں غیروں کی اور کہیں گے کہ ہم تو نماز پڑھتے ہی ہیں۔ جب ان کو کسی

منکر سے روکا جائے گا اور کوئی معروف ان کے سامنے آئے گا تو سب سے پہلے انہیں جو مطمئن کرنے والی چیز ہوگی، وہ نماز ہوگی، حالانکہ معاشرہ مرتد ہو چکا ہے، اور جب میرے دوستو! معاشرہ مرتد ہو جاتا ہے تو پھر اس کے بعد ذہنی ارتداد آتا ہے، کہ آدمی کا ذہن مرتد ہو چکا ہے۔

کسے کہتے ہیں ذہنی ارتداد؟

ذہنی ارتداد کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اسباب کے مقابلے میں ہلکا سمجھنا، کہ اللہ کے احکامات کا استخفاف یعنی احکامات کو ہلکا سمجھے گا، بالکل پکی بات عرض کر رہا ہوں، کہ یہ بات بالکل مشاہدہ میں ہے کہ جب یقین کمزور ہوں گے تو معاشرہ کا ارتداد آئے گا، جب معاشرہ مرتد ہو جائے گا، تو ذہنی ارتداد آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے شرمائے گا۔

میرے دوستو، بزرگو! یاد رکھنا کہ صرف نماز سے مسلمان زندہ نہیں رہے گا، مسلمان اسلام سے یعنی حضور ﷺ کے معاشرے سے زندہ رہے گا، ورنہ پچھلی قومیں جب ان کے نبی چلے جاتے تھے تو ان میں نماز، حج، طواف وغیرہ رکن باقی رہتا، لیکن شیطان ان کے اعمال کی شکل اتنی بدل دیتا تھا کہ ان کے اعمال، ان کے معاشرہ کے مطابق ہو جاتے، یہاں تک کہ حج ایک رسم بن جاتا تھا، ننگے ننگے حج کرتے تھے، جو سب سے بڑی عبادت، جو کپڑے پہن کر حج کر رہا ہے وہ چھوٹی عبادت کر رہا ہے اور جو ننگے ننگے حج کرے وہ بڑی عبادت کر رہا ہے، کیونکہ جہالت سے عمل تو باقی رہا، لیکن جہالت سے وہ عمل بدل جائے گا اور یہی آج ہو رہا ہے کہ ہم دین پر چلیں گے لیکن معاشرہ اور ماحول کی رعایت سے۔ شوہر دین پر چلے گا بیوی کی رعایت سے، بیٹا دین پر چلے باپ کی رعایت سے، دین پر چلنے میں باپ کی رعایت حرام ہے۔ دین پر چلنے میں شوہر کا بیوی کی رعایت

کرنا حرام ہے۔

تو اس نے پورا دین نام رکھا ہے نماز کا، حالانکہ یہ آخری چیز رہ گئی ہے اس کے پاس، اس کے بعد کچھ نہیں کہ جس نے نماز کو ہلکا سمجھا اور نماز سے انکار کیا اس نے کفر کیا، ہاں دوکان کے مقابلے میں نماز کو ہلکا سمجھنا کہ نماز یقینی سبب ہے اور دوکان غیر یقینی سبب ہے۔

پھر نماز کے وعدوں کا انکار کہ نماز کا انکار غیر ایمان والا تھوڑا ہی کرے گا، ایمان والے پر نماز فرض ہے، پھر نماز کا انکار کون کریگا؟ نماز کے انکار سے مراد نماز کے فضائل سے انکار، کہ نماز روزی کیسے کھینچ لائے گی؟ نماز سے بیماری کیسے دور ہوگی؟ نماز سے صحت کی حفاظت کیسے ہوگی؟

اللہ کے وعدوں کا انکار ہی کفر ہے، ورنہ نماز کا انکار تو غیر ایمان والا بھی نہیں کریگا، وہ بھی تو کہتا ہے کہ نماز اچھی چیز ہے، پر ہمارے یقین کے بگڑ جانے کی وجہ سے آج ہم اللہ کے وعدوں کا بھی انکار کر رہے ہیں۔ یہ انکار ہی کفر ہے کہ ایسے راستوں پر پڑا ہے کہ اس کا کفر پر پہونچنا یقینی ہے، کہ نماز کا انکار اور اس کو ہلکا سمجھنا اسے کفر پر پہونچا دیگا۔ اب کوئی آڑ نہیں رہی جو اسے کفر سے بچائے۔

اس لئے میرے دوستو، بزرگو! جب کلمہ کی دعوت امت سے نکل جائے گی تو سب سے پہلے معاشرہ مرتد ہوگا، پھر ذہن مرتد ہوگا، پھر قلب مرتد ہوگا، کیونکہ جب یقین نہ ہو گا یہ ماحول کے اعتبار سے چلے گا اور پھر دین اس زمانے کے اعتبار سے ہو جائے گا کہ اس کے جیسے حالات ہیں اسی کے بقدر دین پر چلو تو اس ناقص دین پر چلنے کی وجہ سے اس پر حالات آئیں گے، پریشانیاں آئیں گی، ناکامی آئے گی۔

میرے دوستو، بزرگو! ایک تو پریشانی آتی ہے بے دینی کی وجہ سے اور ایک پریشانی

آتی ہے ناقص دین کی وجہ سے، ہمارا دین ناقص ہے، اس سے پریشانی آئے گی، باوجود نماز پڑھنے کے، ان کے اوپر حالات آئیں گے کہ نماز پڑھتے ہیں پر حالات آرہے ہیں۔

کیونکہ یہ چاہے گا کہ میں اپنے اعتبار سے دین پر چلوں اور کامیابی مجھے پوری ملے، تو پھر یہ شکایت کرے گا کہ میں نماز پڑھتا ہوں پھر بھی یہ حالات ہم پر آگئے۔

میرے دوستو، بزرگو! اپنے حالات کو ہر وقت اپنے اعمال سے جوڑتے رہو تو پھر یہ حالات ہمارے اندر سے چن چن کر ان اعمال کو ہمارے اندر سے نکالیں گے جن کی وجہ سے یہ حالات آرہے تھے، اور اگر حالات کو اسباب سے جوڑا تو پھر دین سے اور دوری ہو جائے گی، پھر یہ کہے گا کہ میرے حالات ایسے نہیں ہیں کہ میں سودی کاروبار نہ کروں، میرے حالات ایسے نہیں ہیں کہ میں لون (Loan) پر پیسے نہ لوں۔ پھر اسباب اسکو سبز باغ دکھائیں گے۔

اس لئے میرے، دوستو، بزرگو! اپنے حالات کو اپنے آپ سے جوڑو، یہ ہر آدمی کے اپنے سوچنے کی بات ہے، تو جب اپنے حالات کو اپنے اعمال سے جوڑو گے تو یہ حالات اس کی تربیت کردیں گے، اور جب یہ حالات کو اسباب سے جوڑے گا تو پھر یہ اسباب اس کو دین سے دور لے جائیں گے کہ ابھی ہمارے حالات دعوت کی محنت کو سیکھنے کے نہیں ہیں۔ کچھ اسباب بنالیں پھر دین کو سیکھیں گے۔

میرے دوستو! اسباب کے ملنے پر دین نہیں ہے، دین سے اسباب آتے ہیں، اسباب سے دین نہیں آتا کہ پہلے اسباب بنالیں پھر دین سیکھیں گے۔ صحابہ کرام اس پر نہیں تھے کہ پہلے اسباب بنالیں پھر دین سیکھیں گے، بلکہ صحابہ بغیر اسباب کے فاقے میں دین سیکھتے تھے تو اللہ نے ان کو اسباب دیئے تھے۔ وہ صحابی جو دو دو وقت

فاقے پر گزر کرتے تھے، وہ صحابی اپنے مال کی ۴۰-۴۰ ہزار درہم کی زکوۃ دینے والے بنے کہ اللہ نے اب انہیں اسباب دیئے کہ مٹی کو بھی ہاتھ لگادیں تو سونا بن جائے۔ ان کی تجارت بھی ملکوں میں پھیل گئی۔ عبدالرحمن بن عوفؓ جیسے اور وہ قوم جنہوں نے اپنے نبی سے یوں کہا کہ پہلے اسباب بناؤ پھر ہم دین سیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یوں فرمایا کہ اگر اسباب ملنے پر بھی تم لوگ پورے کے پورے دین پر نہ چلے تو ایسا عذاب لائیں گے کہ وہ عذاب بہت دردناک ہوگا۔

میرے دوستو! جو دین پر چلنے کے لئے اسباب مانگیں گے اور دین پر نہ چلیں گے، کیونکہ جتنے دین پر بغیر اسباب کے چلا جاسکتا تھا، اتنے پر بھی یہ نہیں چلیں گے اور انہوں نے سارے کے سارے دین کو اسباب پر موقوف کیا، یاد رکھنا کہ دوکان کا نماز سے کوئی تعلق نہیں، مال سے نماز کا کوئی تعلق نہیں، نماز کے لئے کسی اسباب کی ضرورت نہیں۔

کیوں بھئی کوئی سبب چاہئے نماز کے لئے؟ کہ یہ اسباب ہوں تو نماز پڑھیں، دنیا کا کوئی سبب ایسا نہیں جس پر نماز موقوف ہو، اور نماز کے اندر کا کوئی عمل ایسا نہیں جو کسی سبب پر موقوف ہو۔ اگر ایک آدمی سر سے پاؤں تک بالکل ننگا ہو، اس کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں ہو تو بتاؤ اس پر نماز فرض ہے یا نہیں؟ اس کے پاس سر سے پیر تک ایک دھاگہ بھی نہ ہو لیکن اس پر نماز فرض ہے جس طرح سر سے پیر تک کپڑے پہنے ہوئے پر نماز فرض ہے، یوں کہیں کہ اس ننگے آدمی پر بھی اسی طرح یہ نماز فرض ہے کہ شریعت نے اس کو نماز ادا کرنے کا طریقہ بتلایا ہوا ہے۔

یہ نہیں کہ تم پر نماز معاف ہے کہ تمہارے پاس اسباب نہیں ہیں۔

بدن کا ڈھاکنا اس کے لئے فرض ہے جس کے پاس کپڑا ہے۔

حج کرنا اس پر فرض ہے۔جس کے پاس مال ہے سفر میں خرچ کا۔جس کے پاس سفر کے خرچ کا مال نہ ہو اس پر حج فرج نہیں۔زکوٰۃ فرض ہے اس پر جس کے پاس مال ہو۔ لیکن اس کے پاس کپڑے نہیں پر نماز فرض ہے، تو یہ نہیں میرے دوستو! کہ پہلے اسباب ہوں گے پھر دین ہوگا۔جو یوں کہیں گے نبی سے، کہ پہلے اسباب لاؤ تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں دین پر چلنا ہی نہیں ہے۔

جن کو ایمان لانا ہی نہیں تھا تو اللہ نے انہیں اسباب دیئے اتمام حجت کے لئے اور اپنا عذاب لانے کے لئے، جو لوگ دین پر چلنے کے لئے اسباب مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ پھر ان پر سخت پکڑ لاتے ہیں، اگر اسباب ملنے پر بھی دین پر نہ چلیں تو سخت عذاب لائیں گے۔

اسلئے میرے دوستو! یاد رکھنا کہ اسباب سے دین نہیں آتا دین سے اسباب آتے ہیں۔

جو لوگ حکم پورا کریں گے بغیر اسباب کے تو اللہ تعالیٰ اسباب کو ان کے موافق کر دیں گے۔

اسلئے میرے دوستو، بزرگو! سب سے پہلے ہمیں دعوت سے ایمان سیکھنا ہے کیونکہ ایمان والے کی یہی علامت ہے کہ ایمان والا اپنے حالات میں چوکنا ہو جائے گا کہ ان حالات کا تعلق میری بد اعمالیوں سے ہے، بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ حالات لاتے ہیں باوجود نمازی ہونے کے، اس نے اتنے دین کو دین سمجھا ہے جتنے پر یہ چل رہا ہے۔حالانکہ دین تو پورا دین ہے۔یہ یوں سمجھ رہا ہے جتنے دین پر میں چل سکتا ہوں اتنا ہی دین ہے۔

لوگ آتے ہیں، آکر شکایت کرتے ہیں کہ دیکھو جی، میں بھی نمازی ہوں، اور میرے گھر والے بھی نمازی ہیں، لیکن ہمارے اوپر ایسے ایسے حالات آتے ہیں، اللہ نے نمازی ہونے کے باوجود بھی کامیاب نہیں کیا، کوئی آکر کہتا ہے، شکایت کرتا ہے کہ میں تو مسجد

سے نماز پڑھ کر نکل رہا تھا تو پولیس والے مجھے پکڑ کر لے گئے، میں بالکل بے گناہ ہوں۔

میرے دوستو! جس طرح بے دینی کی وجہ سے ناکامی آتی ہے، حالات آتے ہیں، ٹھیک اسی طرح کی ناکامی اور حالات ناقص دین کی وجہ سے بھی آتے ہیں، اور ہم ناقص دین پر چل رہے ہیں کیونکہ ہمارا دین ناقص ہے۔اس لئے کہ ہمیں اپنے دین سے کامیابی کا یقین نہیں ہے۔

اس لئے میرے دوستو! ہم ایمان کی، یقین کی باتیں تو خوب سنتے ہیں پر آج تک ہمیں یہ یاد نہ ہو سکا کہ ایمان کیسے بنے گا؟! ایمان، ایمان کی دعوت سے بنے گا۔یہ ایمان، ایمان کی محنت سے بنے گا۔

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو کلمہ کی دعوت پر اٹھایا تھا، کہ ہر ایک کلمہ کا داعی تھا۔روزانہ کا یہ کام تھا کہ صحابہ کہتے تھے کہ آؤ بیٹھو، ایمان لے آدیں۔عبداللہ ابن رواحہؓ معاذ ابن جبلؓ، حضرت ابو درداءؓ کی روزانہ کی مجلسیں، کہ آؤ بیٹھو ایمان لے آدیں۔

یہ ایمان کی دعوت اور ایمان کے حلقے، غیب کے تذکرے یہ بالکل ختم ہو گئے ہمارے درمیان سے، اور میں تو عرض کیا کرتا ہوں کہ عوام الناس میں سے تو ختم ہو ہی گئے تھے، خود دعوت کی محنت کرنے والوں میں سے بھی ختم ہو گئے۔سچی عرض کرتا ہوں۔

ہر سال کے چار مہینے لگوالو، سال کے چلے لگوالو، مہینے کے تین دن لگوالو، روزانہ کے ڈھائی گھنٹے سے لیکر آٹھ گھنٹے لگانے والے، ان سے پوچھو کہ بھائی تمہارا ایمان کا حلقہ کب ہوتا ہے؟ تو جواب نہ میں ملے گا۔چھ نمبر گنوانے کو رہ گئے، حالانکہ ہر نمبر کی محنت میں جو پہلی محنت ہر نمبر کے ساتھ جڑی ہوئی ہے دعوت، وہ دعوت اس نمبر کی حقیقت اپنے اندر اتارنے کے لئے تھی۔میں تو یہاں تک عرض کرتا ہوں کہ یہ روزانہ اپنے گھر میں، اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ایمان کا حلقہ کس وقت لگاتا ہے؟ کونسا وقت ہے گھر میں

ایمان کا حلقہ لگانے کا یہ بتاؤ۔

میں مسجد وار جماعت کا ساتھی، میں چار مہینے لگانے والا، میرا چوبیس گھنٹے میں وہ کون سا گھنٹہ ہے جس میں میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر اللہ کے غیبی نظام کے تذکرے کرتا ہوں۔

میرے بزرگو، دوستو! سچی بات یہ ہے، اور یہی حقیقت بھی ہے کہ ابھی تک ہم نے ایمان کے بنانے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ ہم تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ دعوت کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی تقریر کرے اور سب سنیں۔ نہیں میرے دوستو، ایمان کی دعوت کا مقصد یہ ہے کہ ہر فرد اپنے گھر سے لیکر عالمی سطح پر ہر فردِ اُمت کو اپنے ایمان کی ترقی کے لئے ایمان کی دعوت دے۔ ہر فرد اپنے ایمان کی ترقی کے لئے دوسروں کو ایمان کی دعوت دے۔ یہ تھا مقصد اس کام کا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عام فضا تھی ایمان کے بنانے کی اور کلمہ کی دعوت کی۔ اگر اسلام سے کوئی بھاگنا بھی چاہے تو دعوت دینے والوں سے چھوٹ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اگر اسلام میں کوئی آنا چاہے تو کلمہ کی دعوت سکھلانے والے ہر وقت مسجد میں منتظر تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔ کتنی عجیب بات تھی۔

پورے اسلام میں سے اگر ایک آدمی بھی بھاگنا چاہتا تو دعوت نے ایسا حلقہ بنایا ہوا تھا، دعوت نے ایسا بندھن بنایا ہوا تھا، دعوت نے ایسا قلعہ بنایا ہوا تھا کہ اسلام سے نکلنا بہت مشکل تھا۔ لیکن دعوت امت میں سے نکلی تو امت کا اسلام سے نکلنا آسان ہو گیا۔

حضرت : ماتے تھے کہ امت جب کلمہ کی دعوت چھوڑ دے گی، تو غیروں کا دین اسے بھلا لگنے لگے گا اور اپنا دین ہلکا لگے گا۔ اگر کوئی اسلام سے بھاگنا چاہے تو ایک مسجد وار جماعت کا ساتھی وہ چاہے کشتی (ناؤ) چلانے والا بادبان ہو یا دوکاندار ہو یا تجارت

کرنے والا ہو۔ یا کاشتکاری کرنے والا زمیندار ہو، یہ سارے مسجد وار جماعت کے ساتھی ہر ایک کی خبر رکھتے تھے۔ انسان کی اتنی قیمت کلمہ کی دعوت کی وجہ سے تھی۔

لیکن آج علاقے کے علاقے، ملک کے ملک، صوبے کے صوبے، گاؤں کے گاؤں اسلام میں سے نکل جائیں تو ہمارے کانوں میں جوں نہ رینگے گی کیوں کہ ہم بن بیٹھے تاجر، ہم بن بیٹھے دکاندار، ہم بن بیٹھے زمین دار، ہمیں کیا کرنا جب کہ ہم تاجر بعد میں ہیں، حضور ﷺ کے امتی پہلے ہیں، ہم دوکاندار یا زمیندار بعد میں ہیں اپنے نبی کے نائب پہلے ہیں کہ اللہ نے ہمیں انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا کر زمین پر بھیجا ہے۔

کلمہ کی دعوت اور کلمہ کی محنت کا مکلف بنا کر بھیجا ہے۔

لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ میاں، اللہ ہی کے ہاتھ میں ہدایت ہے چاہے کسی کو دیں یا نہ دیں۔ اللہ ہی کے ہاتھ میں گمراہی ہے، جسے چاہیں گمراہ کر دیں۔

نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ یاد رکھنا میرے دوستو! کہ انسان ہی انسان کی ہدایت کا ذریعہ ہے اور انسان ہی انسان کی گمراہی کا ذریعہ ہے۔

جب کلمہ کی دعوت کو اور کلمہ کی محنت کو کیا جائے گا تو انسان کی قیمت قائم ہوگی کہ ایک مسلمان کی کیا قیمت ہے۔

”کلمہ کی دعوت امت کی شفقت دلوں میں پیدا کرے گی اور یہ کلمہ کی دعوت امت میں انسان کی اہمیت پیدا کرے گی اور جب کلمہ کی دعوت امت میں سے نکل جائے تو پھر امت کا اسلام سے نکلنا ایسا آسان ہو جائیگا،“ اوّل تو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کہاں کے لوگوں میں کتنا اسلام ہے اور کہاں کے ایمان والوں پر کیسے حالات ہیں۔

کیونکہ میں تو تاجر ہوں اور میں تو کاروباری ہوں، میرے پاس کہاں موقع ہے کہ میں کہیں جا سکوں اور پھر ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، ارے ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ نے

تجھے ذریعہ بنایا ہے ہدایت کا، ہر مسلمان کو انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے۔ جب مسلمان کلمہ کی دعوت کو لے کر کلمہ کی محنت کو شروع کرے گا تو اللہ کی طرف سے ہدایت کا نزول شروع ہو جائیگا۔ انسانوں کا اللہ کی طرف آنا شروع ہو جائے گا۔ لیکن اگر ہم اپنے ایمان اور اسلام کو لئے ہوئے اسی طرح بیٹھے رہے اپنی دکانوں اور کاروباروں اور زمینداری میں، اور اپنے عمل پر مطمئن رہے کہ میاں ہم تو عمل کرتے ہی ہیں، ہم تو نماز پڑھتے ہی ہیں، ہم تو تسبیح و تلاوت کرتے ہی ہیں۔

تو یاد رکھنا، خدا کی قسم، تو امت کو دعوت دیئے بغیر صرف اپنے عمل سے نجات نہیں پا سکے گا۔ بڑی سخت بات ہے یہ۔ لوگ سمجھتے نہیں ہیں بس اشکال پیدا کریں گے۔ پر قسم کھا کر عرض کرتا ہوں، علماء نے صاف طور سے لکھا ہے کہ ''اس امت کی ذمہ داری یہ ہے کہ اگر اس امت نے صرف اپنے عمل کی فکر کی اور دوسرے کے ایمان، عمل کی فکر نہ کی تو اس امت کا فرد اپنے عمل سے نجات نہیں پائے گا'' معارف القرآن تفسیر مفتی محمد شفیع صاحب میں صاف صاف لکھا ہوا ہے۔ پر آج مسلمان سوال کرے گا کہ کیا سب کو اس کام کے کرنے کا حکم ہے؟ کیا دعوت فرض عین ہے؟ یا فرض کفایہ ہے؟

فتح مکہ کے موقع پر حضرت عکرمہؓ نے بھاگنا چاہا اسلام سے، اسلام نہیں لائے تھے یہ ابو جہل کے بیٹے، اللہ نے ایک کشتی (ناؤ) چلانے والے کو ان کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیا۔ کس کو؟ ایک کشتی چلانے والے بادبان کو۔ کوئی بڑا آدمی نہیں، کوئی عالم نہیں، بلکہ ایک معمولی کشتی چلانے والے کی دعوت کو حضرت عکرمہؓ کی ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ یعنی دشمن اسلام ابو جہل کا بیٹا، فتح مکہ کے موقع پر بھاگا اسلام سے، کہ یا تو قتل ہوؤں گا یا مجھے مغلوب ہو کر اسلام قبول کرنا پڑے گا لہذا یمن بھاگ لو، تو یہ یمن کی طرف بھاگے اور کشتی میں سوار ہو کر سمندر کے راستے سے یمن کی طرف چلے تو کشتی پلٹنے لگی سمندر میں۔ اب

کشتی پر سوار لوگ حالات میں آئے تو وہاں یہ نہیں تھا کہ یہ آنے والا حال سمندر یا ہوا کی مخلوق ہو، بلکہ یہ حال اللہ ہی کی مخلوق تھی۔ تو یہ حالات کیوں آئے۔ کشتی پلٹنے لگی تو فوراً اس حال کو عمل سے جوڑا، وہاں صرف اتنی بات نہیں تھی، ہم نے تو کلمہ پڑھ ہی لیا ہے، بلکہ وہاں بچے بچے کا، مرد کا، عورت کا یہ یقین بنایا اور سکھایا گیا تھا کہ ہر مصیبت سے کلمہ بچائے گا یعنی اللہ بچائیں گے۔ وہاں تو یہ یقین بنا ہوا تھا، پرانے نئے کا، عورت مرد کا، اب کشتی میں آیا طوفان۔

عکرمہ کو بظاہر تیرنا بھی نہیں آتا تھا تو کشتی والے سے کہنے لگے کہ میرے بچاؤ کا کوئی طریقہ، میرے بچاؤ کا کوئی راستہ ہے؟

کشتی والا کہنے لگا کہ پانی تمہیں نہ ڈبوئے، تم پانی میں غرق ہونے سے بچ جاؤ تو اس سے بچنے کا معروف راستہ یہ ہے کہ تم کلمۂ اخلاص کہہ لو، بچ جاؤ گے۔

عکرمہ کہنے لگے کہ بھائی مجھے تیرنا نہیں آتا، کشتی پلٹنے والی ہے میں ڈوب جاؤں گا۔ کشتی والا کہنے لگا کہ یہ پانی تمہیں کیسے ڈبوئے گا جب تم کلمۂ اخلاص کہہ لوگے۔

تو حضرت عکرمہؓ اسلام تو لائے نہیں تھے جو انہیں پتہ ہوتا کہ کلمۂ اخلاص کسے کہتے ہیں تو پوچھا کہ بھئی یہ کلمۂ اخلاص کیا ہوتا ہے کہ تم کہہ رہے ہو کہ کلمۂ اخلاص کہہ لو، بچ جاؤ گے۔ تو ہمیں بتاؤ کلمۂ اخلاص کیا ہوتا ہے؟

تو وہ کشتی والا کہنے لگا کہ تمہیں نہیں معلوم یہ کیا ہوتا ہے؟

تو عکرمہ نے کہا کہ نہیں ہمیں نہیں معلوم۔

کشتی والے نے کہا کہ کہو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"

عکرمہ کہنے لگے کہ اسی وجہ سے بھاگ کر آیا ہوں میں، تیری کشتی میں اسی وجہ سے سوار ہو کر یمن جا رہا ہوں۔

کشتی والے نے کہا کہ اچھا تم اسی وجہ سے بھاگ رہے ہو، تو چلو واپس چلو، کشتی والے نے کلمۂ اخلاص کی دعوت دی اور انہیں واپس لا کر ان کی بیوی حضرت ام حکیمؓ کے حوالے کیا پھر وہ انہیں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ وہاں انہوں نے جا کر کلمہ کا اقرار کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے یہاں اس کشتی والے کی دعوت پر اسلام لانے والے حضرت عکرمہؓ سے بہتر الفاظ میں جو انہوں نے اس موقع پر کہے کسی نے نہیں کہے۔ اس ناؤ چلانے والے کی کلمہ کی دعوت پر جو اسلام عکرمہ لے کر آئے ہیں، جو الفاظ عکرمہؓ نے کہے اسلام کی قبولیت پر، وہ الفاظ کسی صحابی نے اسلام کے قبول کرتے وقت نہیں کہے۔

میرے دوستو! کلمہ کی دعوت سے امت میں تین چیزیں پیدا ہوں گی۔

(۱) اطاعت، (۲) کلمہ کی محنت (۳) ہجرت

امت کے اندر جہاد کی بھی استعداد کلمہ کی دعوت سے پیدا ہوگی۔ تو کیا کہا عکرمہ نے اسلام قبول کرتے وقت؟

اِنِّیْ مُسْلِمٌ مُجَاهِدٌ مُهَاجِرٌ

یہ الفاظ کسی اور صحابی سے ثابت نہیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سارے صحابی مجاہد بھی تھے، مہاجر بھی تھے، مسلمان بھی تھے، لیکن یہ الفاظ اسلام کے قبول کرنے پر صرف حضرت عکرمہؓ نے کہے ہیں۔

اِنِّیْ مُسْلِمٌ مُجَاهِدٌ مُهَاجِرٌ

"مسلم" کہتے ہیں اپنے آپ کو اللہ کے حکموں پر سونپ دینے والے کو۔

"مجاہد" کہتے ہیں دعوت کے تقاضوں پر ہر چیز کو قربان کردینے والے کو، یہاں تک کہ اپنی جان کو قربان کردینے والا۔

"مہاجر" کہتے ہیں ہر اس چیز سے جس سے اللہ نے روکا ہے اس سے رک جانے والے کو۔ اگر دعوت کے تقاضے پر اپنا گھر چھوڑنا پڑے تو اپنا گھر چھوڑ دینے والا، تو آکر حضرت عکرمہؓ نے یہی عرض کیا کہ میں اسلام لانے والا اللہ کی اطاعت کرنے والا اللہ کے دین کی محنت کرنے والا اللہ کے لئے وطن چھوڑنے والا یہ استعداد کلمۂ اخلاص کی دعوت، جو ناؤ چلانے والے نے انہیں دی، اس سے پیدا ہوئی۔

میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! یہ محنت ہو رہی ہے کلمہ کی دعوت کو مسلمانوں میں زندہ کرنے کی، کہ اس کی دعوت سے پورا دین حقیقت کے ساتھ اس کی زندگی میں آنا ہے اندر کے تقاضے پر، ابھی ہمارا دین وقتی ہے اس لئے کہ ہمیں اپنے دین سے کامیابی کا یقین نہیں ہے۔ اس یقین کا تعلق کلمہ کی دعوت سے ہے۔ کلمہ کی دعوت کے ساتھ کلمہ کی محنت ہے۔ یہی دعوت ہر نبی کی بعثت کا مقصد ہے۔

کلمہ کی دعوت سے یقین، یقین سے اعمال، اعمال سے اللہ کی رضا، اللہ کی رضا سے کامیابیاں، اور ہم محنت کر رہے ہیں اسباب پر، تو اسباب کی محنت سے یقین کی خرابی، یقین کی خرابی سے اعمال کی خرابی، اعمال کی خرابی سے اللہ کی ناراضگی، اللہ کی ناراضگی سے حالات کا بگڑنا، ہماری اس محنت کا تو یہ مختصر سا راستہ ہے۔

اس لئے میرے دوستو، عزیزو، بزرگو! ہمیں اپنی محنت کے رخ کو بدلنا ہے۔ امت اپنی محنت کے رخ کو بدلے۔ اس کے لئے ہمیں کلمہ کی دعوت کو زندہ کرنا ہے۔ کلمہ کی دعوت زندہ کرنے کے لئے ایمان کے حلقے ہر مسجد میں لگانے ہیں۔ اللہ کے غیبی نظام کے تذکرے کرنے ہیں۔ اس کے لئے خوب اونچی اونچی دعوت دو۔ اعلیٰ ایمان "اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ" کی دعوت دو تو اس سے انشاء اللہ امت اپنی محنتوں کے رخ بدلے گی۔ تم مجمع اور ماحول کے اعتبار سے نہ بولو۔ ہر نبی بگڑے ہی ماحول میں بھیجے جاتے

تھے۔وہ آکر کلمہ کی دعوت سے ماحول بناتے تھے نہ کہ ماحول کے اعتبار سے دعوت پیش کرتے تھے۔

میرے دوستو! کلمہ کی دعوت کو چھوڑ دینے کی وجہ سے امت میں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی، امت میں تو کیا خود کام کرنے والوں میں یہ بات پیدا ہوگئی کہ ماحول کے اعتبار سے، مجمع کے اعتبار سے، دعوت دی جائے۔نہیں بلکہ ہر کسی نبی نے کلمہ کی دعوت ہی کو پیش کیا ہے۔بات کا ماننا اور نہ ماننا اس کا ذمہ نبی کو نہیں دیا ہے۔کلمہ کی دعوت ہی سے خود دعوت دینے والے کا یقین بنے گا۔اور ماحول بنے گا۔ہاں یہ دو خوبیاں ہیں کلمہ کی دعوت کی۔یہ خاصہ ہے کلمہ کی دعوت کا۔

اس لئے میرے دوستو! کلمہ کی دعوت کو زندہ کر کے ہمیں امت کی محنتوں کے رخ کو بدلنا ہے کہ ہر ایمان والا ایمان اور اعمال کی حقیقت کو پانے کے لئے ایمان اور اعمال کی محنت کرنے والا بن جائے۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ ابھی تک جو محنت دعوت کی ہو رہی ہے وہ تو نبوت والی محنت کو امت میں زندہ کرنے کی محنت ہو رہی ہے۔امت پہلے اس کام کو سمجھ لے۔جب یہ دعوت امت کے عموم میں آئے گی کہ امت کے عموم میں ایمان کے حلقے، امت کے عموم میں اعمال کی حقیقت کو حاصل کرنے کی فکریں تب اللہ رب العزت وہ نصرتیں، وہ برکتیں، وہ رحمتیں لائیں گے جو صحابہ کے دور میں جناب رسول اللہ ﷺ کی محنت پر اللہ رب العزت نے جو کچھ ظاہر کے خلاف اس وقت کیا ہے وہ سب آج ہوگا۔

میرے دوستو! اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے دنیا میں یہ تو صرف حضرت فرماتے تھے کہ یہ تو وہ برکتیں ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے پہلے ظاہر ہو چکی تھیں۔بکری

کے تھنوں میں دودھ کا آجانا، یہ بعثت کے پہلے کی بات ہے۔یہ تو وہ برکات ہیں میرے دوستو، باطل کا گر جانا، یعنی اپنی جگہ سے حرکت میں آجانا اور ان کا کھڑے کھڑے زمین پر پلٹ جانا، یہ ساری برکتیں آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کی پیدائش کے بعد کی ہیں۔

ابھی کام شروع نہیں ہوا، جب کام شروع ہوگا پھر وہ ہوگا جو خندق میں ہوا، پھر وہ ہوگا جو صحابہ کے ساتھ قیصر اور کسریٰ کے درمیان ہوا۔

لیکن یہ سب کا سب یاد رکھو اچھی طرح کہ اللہ رب العزت باطل کو جب پکڑیں گے، جب ایمان والے کلمہ کی دعوت پر جمع ہو جائیں گے کیوں؟

اس لئے کہ میرے بزرگو، عزیزو! اللہ رب العزت باطل کو حق کی وجہ سے پکڑتے ہیں۔اللہ نے اپنے سارے وعدے بنی اسرائیل کے لئے اس پر پورے کئے کہ انہوں نے صبر سے کام لیا۔صبر کا کیا مطلب کہ ہمیں مارا جاتا رہے اور ہم برداشت کرتے رہیں، نہیں یہ بات نہیں ہے کہ صبر اس کو نہیں کہتے، صبر کہتے ہیں سب سے پہلے اپنی خواہش کے مقابلے میں حکم کو پورا کرنا، یہ ہے صبر۔

اسی لئے حضور ﷺ نے روزے کو صبر کہا ہے کہ روزہ صبر ہے، کیوں؟ اس لئے کہ روزہ نے اس کو کھانے سے روک دیا۔اس لئے روزہ صبر ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے کہ روزہ دار کسی دروازے سے جنت میں داخل ہو جائے، ہر دروازے سے پکارا جائے گا۔

اس لئے عرض یہ ہے کہ ایمان، ایمان کی محنت سے بنے گا۔اس ایمان کے مقابلے پر جب باطل آئے گا تو مارا جائے گا۔حضرت فرماتے تھے کہ اعمال سے بھی باطل مغلوب نہیں ہوگا کہ ہم یہ چاہیں کہ ہماری نماز سے باطل کا مقابلہ ہو جائے، نہیں۔پہلے کلمہ کی

دعوت سے یقین بنے گا۔

پھر یقین سے نماز ایسی بنے گی کہ یہ نماز غیروں کا مقابلہ کرلے، اور اس نماز کے مقابلے باطل فیل ہوجائے۔

اب تو بھئی بات ہی کچھ سے کچھ ہے، ورنہ حضرت فرماتے تھے کہ باطل عمل کے مقابلے ناکام نہیں ہوگا، کیونکہ انہیں خبر ہے کہ اس بگڑے ہوئے یقین سے اس کا عمل بنے گا ہی نہیں، تو بگڑے ہوئے یقین سے ہمارا باطل کیسے مغلوب ہوجائے گا۔

انہیں معلوم ہے ہمارے اعمال، ہمارے اسباب، ہماری کمائیاں، ہماری چیزیں جو ایمان والے استعمال کررہے ہیں، اس سے ان کی نمازوں میں جان نہیں ہے جو صحابہ کی نماز میں تھی۔ ہاں اگر وہ ہوتے تو ہم یقیناً ان کے مقابلہ میں ناکام ہوجاتے، ان کو بھی خبر ہے کہ ہماری ناکامی کے کیا اسباب ہیں، ورنہ تو میرے بزرگو، دوستو! اس زمانے میں تو باطل خود ہی رخ پھیر کر چلا جاتا تھا، مقابلہ کی بھی ہمت نہیں کرتا تھا۔ ایمان والوں سے مقابلہ وہ کیا کرتے جنہیں عقل نہیں ہوتی تھی، ورنہ مشرک خود کہتے تھے، حرمجان نے خود کہا ہے صحابہ سے کہ جب سے تمہارا رب تمہارے ساتھ ہوگیا، تب سے ہم مغلوب ہوگئے، ورنہ پہلے جب ہم تم ایک سے تھے تو ہم تم پر غالب تھے۔ تمہارا خون ہم بہاتے تھے، تمہارا مال ہم لوٹتے تھے، ہم تم پر غالب تھے۔

وجہ کیا ہے مقابلہ کی؟

کون کہہ رہا ہے؟ حرمجان نام کا مشرک، کہ تم ہمارے غلام بن کر رہتے تھے، لیکن جب سے یہ تمہارا رب تمہارے ساتھ ہوگیا، تب سے ہم مغلوب ہوگئے۔ یہ ایک مشرک کہہ رہا ہے صحابہ سے۔ اس لئے کہ حق غالب رہے گا باطل پر۔

مقابلہ کی وجہ یہ ہے کہ انہیں خبر ہے کہ تمہارے اعمال اس قابل نہیں ہیں جو ان کا

مقابلہ کرسکیں۔ کیونکہ باطل کو بھی حق کے غالب آجانے کے اسباب کی خبر ہے کہ حق کب غالب آتا ہے۔

میرے دوستو! دعوت سے ایمان بناؤ، اللہ رب العزت باطل کو عمل کے مقابلہ پر نہیں، ایمان کے مقابلہ پر ناکام کریں گے۔ اسے یاد رکھو، ورنہ باطل عمل والوں کے مقابلہ میں کامیاب ہوجائے گا۔ کیوں کہ عمل ہے پر اللہ کے وعدوں کا یقین نہیں تو اللہ رب العزت باطل کو اپنے وعدوں کے مطابق کیسے مغلوب کریں۔

دیکھو، صاف بات ہے، عمل ہے یقین نہیں، آج امت نے عمل سیکھا، یقین نہیں سیکھا، اس لئے باوجود عمل کے ناکام ہیں اور باوجود اعمال کے باطل غالب ہے۔

باطل کس کو کہیں؟ باطل کہتے ہیں اللہ کے اوامر کو جن پر وعدے ہیں، انہیں یہ کامیابی کا یقینی سبب نہ سمجھے اور دنیا کی شکلوں اور نقشوں کو یہ اپنا اسباب سمجھے یہ باطل خود ہمارے اندر جب موجود ہے تو کیسے کامیابی ملے باہر کے باطل پر، کہ اس کو حلال تجارت کرنے میں ناکامی نظر آرہی ہے، اپنے گھر میں حرام حالات نہ لانے سے اس کو ناکامی نظر آرہی ہے۔

اس لئے میرے دوستو، بزرگو! ارادے کرو، نیتیں کرو، کہ انشاء اللہ ہمیں دعوت کو مقصد بنا کر چلنا ہے، اور ساری امت کو اس پر لانا ہے، یہ دعوت کی محنت ہر امتی کی ذمہ داری ہے۔ بغیر کلمہ کی محنت کے یقین نہیں بنیں گے، یہ سوچا کرو ہر وقت کہ اللہ نے ہمیں کتنوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک ایک صحابی کو پورے پورے قبیلہ کی ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے، ایک صحابی طفیل بن عمر دوسیؓ اسی گھرانوں کے اسلام لانے کا ذریعہ بنے۔

اس امت میں اللہ نے اس کی استعداد رکھی ہے کیونکہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا، بلکہ

نبوت والی محنت ہی اللہ نے ایک ایک امتی کے حوالے کر دی ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (سورۂ ال عمران ،رکوع ۱۲)

لام تخصیص کا ہے کہ تمہیں خاص کر کے اسی کام کے لئے بھیجا ہے، کہ اس امت کی نبوت والی محنت کے کرنے سے قومیں اسلام میں آئیں گی، افراد نہیں بلکہ قومیں، اس کی اللہ نے اس امت کے اندر استعداد رکھی ہے۔

اس لئے میرے دوستو، بزرگو! اب تک کی گزری ہوئی زندگی پر استغفار کرو، کہ ہم نے اب تک یہ بات نہیں سمجھی کہ ہم انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ ہیں، بڑے جرم اور توبہ کرنے کی بات ہے کہ میں آج تک اپنے آپ کو تاجر سمجھتا رہا۔

نہیں میں تو نبی کا امتی ہوں، اور بحیثیت امتی ہونے کے میرے ذمہ نبوت والا کام ہے، جتنا اس راہ میں پھریں گے، اور جتنی دعوت دیں گے اپنا یقین بنے گا، اور امت صحیح یقین اور عمل پر آئے گی۔

اس لئے اپنا یقین بنانے اور سارے عالم کے انسانوں کو صحیح یقین پر لانے کے لئے ہمیں کلمہ کی دعوت کو مسلمانوں میں زندہ کرتے ہوئے کلمہ کی محنت کو کرنا ہے، اب اس کے لئے اپنی موجودہ قربانیوں سے آگے بڑھو اور ہر سال کے چار چار اور چھ چھ مہینے کی نیتیں کرو، ارادے کرو، اس کے لئے نقد نام لکھاؤ۔

بیان مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی

تاریخ ۱۴؍اگست ۲۰۰۰ء

جگہ: بنگلے والی مسجد، حضرت نظام الدین نئی دہلی

میرے دوستو، ابھی دعوت کی سطح گری ہوئی ہے، میں سچی عرض کر رہا ہوں، مجھے شکوہ نہیں ہے۔

اس لئے کہ جب تک ہمارے درمیان مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بیانات نہیں رہیں گے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا کی قسم دعوت کی سطح بلند نہیں ہوگی۔ سارے علماء کی کتابیں اپنی جگہ، مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بیانات ہمارے کام کی سطح کو آگے بڑھائیں گے، اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ آپ وقت کا مطالبہ کریں، آپ آٹھ گھنٹے کا مطالبہ کریں، آپ چار مہینے چھ مہینے کا مطالبہ کریں۔

تو تمام کا تمام جب ہوگا، جب ہمیں اس کام کی خبر ہو کہ آخر اس کام سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کیا چاہتے تھے؟ تو بنیادی بات میرے بزرگو، دوستو! یہ ہے کہ ہم لوگوں میں آپس کے مذاکروں میں حضرت کے بیانات زیادہ سے زیادہ آپس کی مجلسوں میں آئیں، یہ سب سے پہلی بات ہے، اس لئے کہ یہ یقینی بات ہے کہ جب داعی کی دعوت کی سطح نیچے اترتی ہے تو مدعو کی سطح ختم ہو جاتی ہے، اسے تو جب موت پر راضی کرو گے تو وہ بخار پر راضی ہوگا۔ ایک ہے نبی کا امت کی سطح پر اتر کر دعوت دینا، ایک ہے نبی کا اپنی سطح پر رہ کر دعوت دینا تو یہ نبوت والا کام ہے۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ یہ نبوت والا کام ہے، مولانا محمد الیاسؒ کو مل گیا ایک کھوئی ہوئی چیز ان کو مل گئی

''ایسا نہیں ہے کہ یہاں سے کام کی ابتداء ہے، کام قدیم ہے، سارے دلائل، سارا

طریقۂ کار سو فیصد اور تمام کا تمام صحابہ کرام کا ہے، تو جب یہ نبوت والا کام ہے، تو نبوت والی سطح چاہے گا یہ عوام کی سطح پر ہرگز نہیں آئے گا'' ایک عام آدمی سے آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ تیری نماز نہیں ہوئی، پھر سے نماز ادا کر، یہ بات ایک عام آدمی سے فرما رہے ہیں آپ ﷺ۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ سے نہیں فرما رہے ہیں، ایک عام آدمی نے نماز ادا کی، کیونکہ نبی اپنی والی نماز کو امّتی کی نماز سے جوڑ رہے ہیں۔ نبی اپنی والی نماز سے امت کی نماز کو جوڑیں گے کہ اس کی نماز میری سطح کی ہے یا نہیں، ہے تو ٹھیک ہے اور اگر میری سطح پر اسکی نماز نہیں ہے تو جا نماز پڑھ، تو نے نماز نہیں پڑھی۔

میرے دوستو! ایک تو ہے ہمارا امّت کے ضعف کو دیکھ کر اپنی دعوت سے نیچے اتر جانا، یہ بالکل نقصان کا راستہ ہے۔ یعنی کام ہی نہیں ہے وہ جس میں داعی مدعو کی سطح پر اترے، ایسا ہے جیسے تاجر گاہک کی سطح پر اتر گیا۔ اب تاجر کی تجارت ختم، تاجر گاہک کی سطح پر اتر گیا، اب اس کی تجارت ختم۔ ایسے ہی داعی مدعو کی سطح پر اتر گیا اس کی دعوت ختم ہوگئی۔

اب کیا ہوگا، کہ امّت کی صلاحیتیں دنیا پر لگیں گی، کیونکہ ہم اس سطح کی دعوت نہیں دے رہے ہیں۔ جس سطح پر امّت اپنی محنتوں کے رخ بدلے تو ہماری بات کی سطح تو دوستو بہت اونچی ہونی چاہئے۔

میں اس لئے یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ آپ سب حضرات اپنے اپنے علاقے میں کام کو لے کر چلنے والے ہیں، یہ مستقل ایک سوال ہے کہ ہم اپنے مجمع سے کیا بات کریں۔

''مولانا محمد یوسف صاحبؒ ایمانیات پر اتنا بولتے تھے کہ آدمی کو اپنے اندر کا شرک خفی نظر آتا تھا کہ یہ میرے اندر کا شرک ہے'' اور اپنے مجمع کو وعدے پر اٹھایا ہے۔ آخرت

کے وعدوں پر اپنے مجمع کو اٹھایا ہے۔ ایک آدمی کی سطح سے اونچی بات ہم کر رہے ہیں عوام کی سطح کی بات تاکہ یہ سمجھیں، نہیں ہمیں بات کرنی ہے انکی سطح سے اونچی تاکہ ان کی سطح بلند ہو، آواز کی طرف وہ متوجہ ہوتا ہے۔ جس تک آواز کم پہونچ رہی ہے۔ اصل چیز کی طرف وہ لوگ متوجہ ہوں گے اسلئے کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بیانات دیکھ کر اندازہ یہ ہوا کہ وہ مجمع کو اپنی سطح پر لانے کی کوششوں میں تھے۔

نہ کہ مجمع کی سطح میں اترنے کے لئے مجمع کی سطح پر اتر جاؤ کہ یہ مجمع کام کو کھیل بنا لے۔ جس چیز کی طرف امت کو لانا ہے اگر اس چیز کی طرف دعوت نہ دی جائے گی تو امت کے اندر کی صلاحتیں ہوتے ہوئے بھی برباد ہو جائیں گی اور ختم ہو جائیں گی۔ ہمارے یہاں اصرار نہیں ہے ترغیب ہے۔ لیکن ترغیب اس اعلی سطح کی ہے جہاں ہمیں پہونچنا ہے اور گنجائشیں اور سہولتیں یہ دوسروں کے لئے۔

ان سے کہا ''قَوْلًا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا'' یہ دوسروں کے لئے اور

''جو کام کو لے کر چل رہے ہیں، موسیٰ اور ہارونؑ

ان کے لئے ''وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي'' کہ بہت سخت بات ہے یہ کہ میں تمہیں دیکھ رہا اور سن رہا ہوں کہ تم ذرا بھی غفلت نہ کرنا میری یاد میں''

سہولتیں دوسروں کے لئے ہیں، میرے دوستو!

دوسروں کے لئے سہولتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی طبقہ اٹھ کر کام کی طرف آوے تو آپ اس طبقہ کے لئے کام کو آسان کریں اور جب وہ کام پر آجاوے تو آپ اسے کام کی اصل سطح بتادیں۔ یہ نہیں کہ ہم سب مل کر کام کی ایک سطح طے کرلیں اور اسی کی دعوت ہو، اور اسی کی محنت ہو، اور عوام اور خواص آکر ایک سطح پر رک جائیں۔ یہ نقصان کا راستہ ہے۔ یہ راستہ ہمارے نقصان کا راستہ ہے۔ ہماری دعوت کا تقاضہ یہ

ہے کہ نبی اپنی سطح سے دعوت دیتے ہیں اور مدعو اپنی سطح سے عمل کرتا ہے تو بات کی سطح بہت اونچی ہوگی اور عمل کی سطح حسب استعداد ہوگی۔ عملی سطح ہوگی حسب استعداد اور مطالبہ ہوگا بہت اونچا، جیسے تاجر کا مطالبہ بہت اونچا اور گاہک کی سطح بہت نیچی۔ اس کے مال کو اپنی سطح سے خرچ کرانا چاہتا ہے تاجر، اس میں تاجر کی کامیابی ہے۔ اسی طرح ہم اس بات پر غور کریں کہ ہم اپنے مجمع کو کس سطح پر لے کر چل رہے ہیں۔ ایک تو اس بات کی میرے دوستو کمی محسوس ہوتی ہے کہ ہمارا عمومی مجمع اس کام کو نبوت والا کام یقین کر کے نہیں چل رہا۔

دیکھو میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ ہماری ہر مجلس میں یہ بات ضرور آنی چاہیئے کہ یہ انبیاءؑ والا کام ہے جو نبیوں سے نبیوں میں منتقل ہوتے ہوتے جناب رسول اللہ ﷺ تک اور آپ سے اس امت کے ذمہ کیا گیا ہے تاکہ امت اس کام میں اپنی ذمہ داری کے شعور سے چلے، یہ نہیں کہ لوگ چل رہے ہیں تو ہم بھی چل رہے ہیں کہ کیا وجہ ہے آپ حضرات کے قربانی دینے کی؟ کیا وجہ ہے عوام کو اس محنت پر لانے کی؟ اور کیا وجہ ہے کہ استقامت ہو؟ کیا وجہ ہے کہ بصیرت ہو عوام کو؟

ایک صاحب نے بیان کیا یہاں (بنگلے والی مسجد میں) حضرت کے زمانے میں اور جب تشکیل کی، مجمع کھڑا ہوگیا کہ ہم تیار ہیں۔ بیان بہت زوردار، حضرت نے ان سے پوچھا، کہ کیا کیا تم نے؟ انہوں نے کہا، حضرت ان کو جماعت میں نکالنا ہی تو ہے، تو نکال دیا، سب تیار ہیں جانے کے لئے، تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ تو بہک گیا، وہ مجمع کام پر قائم رہے گا جو مجمع خود کام کو کام سمجھ کر اٹھتا ہے ورنہ میرے دوستو، گزرگاہ ہے۔ میں یہی عرض کروں کہ جب ہم کسی صوبے سے پوچھتے ہیں کہ سالانہ چار ماہ دینے والے کتنے ہیں، کہتے ہیں کہ نہیں ہیں، ہر سال چار ماہ دینے والے

نہیں ہیں۔ اگر نکلنے والوں کی تعداد دیکھیں گے تو ان سے پانچ گنا زیادہ ہوگی اور کام میں چلنے والے، کیونکہ ہم نکلنے والوں کی تعداد سے گھر کی تعلیم کا، مسجد کی تعلیم کا، مشوروں کا، مسجد کے پانچ کاموں کا اندازہ اس سے لیتے ہیں کہ اتنا بڑا مجمع نکلا تو وہ کہاں گیا، تو ایک تو اپنے مجمع کو نبوت والی بنیاد پر اٹھانا اور ایک اپنے مجمع کو صرف نکالنا۔ کہ نہیں مجمع کس بنیاد پر اٹھا ہے اور یہ آدمی تبلیغ میں جانے کے لئے نام کیوں لکھوا رہا ہے۔ کیا مقصد ہے اس کا تبلیغ میں جانے کا۔

میں تو خود لوگوں کا بیان سن رہا ہوں اور اس سے اندازہ یہ ہو رہا ہے کہ ہم اپنے مجمع کو دنیاوی حالات اور پریشانیوں سے نکالنے کے لئے تبلیغ میں بھیج رہے۔

میرے دوستو! وہ تو دنیا کا لالچ دے کر اسلام میں غیروں کو لایا جاتا ہے، اپنوں کو نہیں، حضور ﷺ نے صحابہ کو اٹھایا اخروی وعدوں پر، اور غیروں کو اٹھایا دنیاوی وعدوں پر۔

اس لئے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بیانات اپنے ذہن میں رکھیں۔ اس کی آپ حضرات کوشش فرمائیں اس وقت، تاکہ ہماری بات ہماری سطح سے نیچے نہ اترے اور ہماری بات ہمارے موضوع سے نہ ہٹے۔ اس وقت اس چیز کی شدید ضرورت ہے۔ دیکھو قربانیوں کی سطح تو ہماری بات کی سطح سے قائم ہوگی۔

دوستو! قربانیوں کی جو سطح قائم ہوگی، عوام کی اور خواص کی، وہ تو ہماری بات کی سطح سے قائم ہوگی، کہ اس سطح کی بات ہو رہی ہے کہ میں اس سطح پر پہنچ جاؤں۔ لیکن اگر کام کو لے آئے سہولتوں پر، تب تو لوگ آ کر آپ سے مطالبہ کریں گے کہ آپ مجھے اجازت دیدیجئے کہ میں ایک گھنٹہ صبح دے دیا کروں اور ڈیڑھ گھنٹہ شام کو دے دیا کروں۔ یہاں تک کہ ہم خود سوچ میں پڑ جائیں گے کہ مسجد کا کام اس ترتیب پر کیسے

آئے کہ ہر آدمی ہر کام کرتے ہوئے مسجد کو وقت دیا کرے۔ دیکھو، ہمیں آٹھ آٹھ گھنٹے کی دعوت خوب جم کر دینی ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ سال کا چلہ، مہینے کے تین دن، ہفتے کے دو گشت اور دو تعلیم، یہ تو ذاتی زندگی میں دین لانے کے لئے ہے۔ ابھی کام کو لے کر چلنے والا طبقہ وہ بے چارہ اسی پر اٹکا ہوا ہے جس نے سارے عالم کی ذمہ داری کا اعلان کیا ہوا ہے۔ یہ تو وہ ہیں جو مطالبہ کر رہے ہیں دوسروں سے۔ اس کام کو آگے بڑھانے کی کیا شکلیں ہیں اور اس کے کیا اسباب ہیں کہ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ دعوت دینے والا اپنی سطح پر رہ کر دعوت دے اور مدعو جتنا پیش کرے اسے قبول کر لے۔ یہ مزاج نبوّت ہے اس کام میں۔ جیسے قبیلہ ثقیف والوں کے ساتھ کیا گیا۔ اور ہم یہ کر رہے ہیں کہ اصول تو چلاتے ہیں نئے لوگوں پر اور خود بے اصولیاں کر رہے ہیں۔

حالانکہ قرآن میں یہ ہے حضور ﷺ کو ہدایت کہ "لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ" کہ نبی جی اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالئے اور ان کو ترغیب دیجئے تو آپ کی تکلیف آپ کی ترغیب کو مؤثر بنا دے گی تو آپ نے جس کو دعوت دی پوری دی۔

اس لئے میرے دوستو! قربانیاں ہمیشہ یاد رکھیں ملکوں کے تقاضے وہ طبقہ پورے کرے گا جن کی اپنے یہاں کی قربانیوں کی سطح بلند ہوگی۔ ہم آسانی کی دعوت ہرگز نہیں دیں گے، ہرگز نہیں دیں گے، ہرگز نہیں دیں گے۔ اس آسانی نے کام کی سطح بالکل گرادی کہ تم آسانی کی دعوت دو، نہیں جب دعوت پورے کی دیں گے تو جو آسانی کا مطالبہ کرنے آئے گا، اسے اجازت دے دیں گے، جیسے قبیلہ ثقیف والوں کے ساتھ ہوا۔ تو دعوت اور اجازت میں بہت فرق ہے کہ دعوت تو پوری ہے

کہ نبی کی دعوت پوری ہے۔ امر جامع کا کیا مطلب ہے؟ جیسے جمعہ کی نماز یا جماعت کی نماز، جو لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں ان کے لئے یہ کام امر جامع ہونے کا کیا مطلب؟

حضور ﷺ کے یہاں ایک عملہ تھا جو آپ کے ساتھ چپکا ہوا تھا، کیونکہ جب عملہ امیر کے ساتھ چپکا ہوا ہوگا تو تقاضے پورے ہوں گے اور اگر یہ اجازتیں لے لے کر جائیں گے تو اجازتوں کی محنت بہت کمزور ہوتی ہے۔ ایمان والے جب امر جامع پر ہوں تو اجازت کے بغیر نہ جاویں اور جو اجازت لے کر جاویں تو ان کے لئے سب ملکر استغفار کریں۔ استغفار تو گناہ ہونے پر کیا جاتا ہے، پھر یہ تو اجازت لے کر جا رہے ہیں، ان کے لئے استغفار کیوں؟ اس لئے کہ جب یہ کام امر جامع ہے تو کیوں جا رہے ہیں۔ علماء سنیں گے نا اس بات کو تو کہیں گے کہ قتال کی آیت کو یہاں جوڑ دیا اور سچی بات تو یہ ہے کہ قتال موضوع نبوت نہیں ہے۔ اگر قتال موضوع نبوّت ہے، نعوذ باللہ، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی جن کی طرف بھیجے گئے ہیں ان کو جہنم میں پہونچانے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس زمانے میں اعمال اور قتال ہی رہ گئے ہیں۔ دعوت درمیان میں سے نکل گئی۔ امر جامع قتال نہیں ہے۔ امر جامع نبی کے ساتھ جو جماعت نکلی ہے دین سیکھنے اور سکھلانے کے لئے گئی ہے، اگر ضرورت پیش آجائے گی قتال کی، تو قتال کر لیں گے۔ لیکن جس کا درجہ جزیہ کے بھی بعد ہے۔ امام بخاری نے بھی وہ غزوات بخاری میں لکھے ہیں غزوات کے باب میں، جس میں جماعت کام کر کے چلی آئی بغیر قتال کئے ہوئے۔ اور ان دونوں غزوات کو غزوات ہی میں لکھا ہے امام بخاری نے۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے، اے تم لوگ خود ہی پڑھ لیجو، جو خط ان کی

سوانح میں چھپا ہوا ہے، اس میں یوں لکھا ہے کہ امت اس کام کو اہمیت اس لئے نہیں دے رہی ہے کہ امت اسے کلمہ نماز صحیح کرنے کی تحریک سمجھ رہی ہے۔ حالانکہ اس کام کا مقصد دعوت کے ذریعہ سے اپنے کلمہ اور نماز میں نور پیدا کرنا مقصود ہے۔ یہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی سوانح میں چھپا ہوا ہے کہ امر جامع کا مطلب یہ ہے کہ ایک امت ایسی ہو جس کا کام یعنی ''برائی سے روکنا اور بھلائی کا حکم کرنا'' یہ ہوں گے کامیاب۔

تو یہ امر جامع پر ہے۔ امر جامع سے بغیر اجازت جانا تو بہت ناممکن، اجازت لے کر جانے پر بھی استغفار ہے۔ اور آگے قرآن میں کیا ہے؟ کہ جو اللہ کی ذات کا یقین رکھیں گے وہ اجازت لے کر نہیں جائیں گے۔ اور جن کا یقین اللہ کی ذات پر نہیں ہے، اللہ کے وعدوں پر نہیں ہے وہ اجازتیں لے لے کر بھاگیں گے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب تک تم اپنے گھر سے شادیوں کو اور جنازوں کو ہوتا ہوا چھوڑ کر نہیں نکلو گے اس وقت تک تم امت کو اس کام پر لا نہیں سکتے۔ جو قربانی دے گا وہ قربانی کی بات کو سمجھے گا۔ سہولت والے قربانی کی بات کو نہیں سمجھیں گے۔ سہولت والوں کو تو اشکالات ہوں گے۔ سہولت والے قربانی کی بات کو اشتعال کہتے ہیں، میں یہی عرض کر رہا ہوں آپ حضرات سے سن کر کہہ رہا ہوں، مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے، اشتعال اور ترغیب میں فرق یہ ہے کہ اشتعال فساد کے لئے ہوتا ہے اور ترغیب اصلاح کے لئے ہوتی ہے۔

میں نے ایک صاحب کو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا ایک بیان سنایا، تو وہ مجھ سے کہنے لگے، یہ بیان تو کسی کو نہیں سنانا چاہیے، میں نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگے اس میں تو عجیب بات ہے۔ تو میں نے کہا اس لئے تو سنا رہا ہوں۔ پھر اگر ہم دیکھیں مولانا محمد

یوسف صاحبؒ کے بیانات کو تو وہ ہمارے بیانات میں نہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی۔ مجھے تو حیرت اس پر ہے کہ لوگ مطالعہ کر کر کے بیان کر رہے ہیں۔ اخبارات تک میں ہمارے بیان آ رہے ہیں۔ ہم اپنے موضوع سے ہٹتے ہی جا رہے ہیں۔

میرے دوستو، بزرگو! یہ کام وظیفہ نہیں ہے۔ اگلی بات یہ ہے کہ یہ کام عمل نہیں ہے اور یہ کام ثواب کے لئے نہیں ہے۔ یہ تو موعود ہے، مقصود نہیں ہے۔ مقصود تو اللہ کی رضا ہے اور اس کی رضا کے لئے یہ محنت ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہمیں اس کام میں اللہ کے وعدوں کی نیت نہیں کرنا ہے، بلکہ اللہ کے وعدوں کا یقین کرنا ہے۔ اس لئے کہ کام میں اللہ کے وعدوں کا یقین کرنے والا احتساب پر ہے اور اللہ کے وعدوں کی نیت کرنے والا اغراض پر ہے اور احتساب ہر عمل کے ساتھ لازم ہے۔

آپ حضرات وہ ہیں جو اپنے یہاں کام کو لے کر چل رہے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آپ حضرات اپنے بیانات کی سطح کو بلند کریں۔ اعلیٰ ایمان اور اعلیٰ قربانیاں۔

اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (سورہ بقرہ، رکوع ۲)

قیامت تک کے لئے اعلان ہے، قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ایمانِ صحابہ ہی مقصود ہے۔ ہم مجمع کے لحاظ سے نہ بولیں۔ ہم تو اپنے اعتبار سے بولیں۔ قلوب اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ، نبی جی، آپ سیدھے راستے کی طرف رہبری کرتے ہیں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ، کہ نبی جی آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو

چاہیں تو ہم اپنی دعوت کی سطح کو بلند کریں اور اعلیٰ ایمان اور اعلیٰ قربانیوں کی دعوت دیں تا کہ کام ہمارا آگے بڑھے، چاہے وہ مسجد کا کام ہو، چاہے وہ صوبوں کے تقاضے ہوں اور چاہے وہ ملکوں کے تقاضے ہوں۔ جتنی اعلیٰ دعوت ہوگی اتنی ہی صلاحیتیں ٹھکانے لگیں گی۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ آپ ﷺ نے صحابہ پر دین سکھلانے سے زیادہ محنت دین کی محنت سکھلانے پر کی ہے۔ دعوت دین کی بقا کا سبب ہے۔ دعوت یقین کی تبدیلی اور ماحول کی تبدیلی کا سبب ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بات جب اونچی سطح کی ہوگی تو مجمع ذرا سا کرد تمیں لے گا، لیکن دیکھو، ذہنی سطح سب کی برابر نہیں ہے۔ ہماری بات اعلیٰ سطح کی ہوگی، سب اپنے اپنے ذہن کی سطح سے اس بات کو لیں گے۔ پھر ہزار میں بات کرو گے تو آپ کو سو آدمی ملیں گے۔ ہاں، ہر دانہ نہیں اگا کرتا کہ کاشتکار نے جتنے دانے کھیت میں ڈالے ہیں وہ سب ہی اگیں، ایسا نہیں ہوتا کہ ہر دانہ اگا نہیں کرتا۔ اس لئے آپ تو اپنے مجمع سے اونچی سطح کی بات کریں تو جو قربانیوں پر آویں گے وہ دوسروں کو لانے کا ذریعہ بنیں گے۔ اسلئے ہماری مساجد میں جو محنت ہے اس کی سطح آگے بڑھے اس کے لئے آٹھ آٹھ گھنٹے کی دعوت خوب جم کر دیجیو، ہاں، یہ طے شدہ چیز ہے، ڈھائی گھنٹے کم سے کم ہیں۔ اب اگر کوئی خود پانچ منٹ بھی دے گا تو ہم اسے قبول کرلیں گے۔ دیکھو جتنے چاہے ہم مذاکرے مسجد وار جماعت کے کرلیں اور جتنا چاہے ہم استخفاف کرلیں، قربانی کی سطح بڑھائے بغیر یہ عمل میں نہیں آسکتی اور دعوت کی سطح بڑھائے بغیر قربانی وجود میں نہیں آسکتی۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ جو بات کسی فرد سے یا کسی جماعت سے کرتے تھے، تو

ان سے فرماتے تھے کہ تم بھی اسی طرح سے دعوت دینا جیسے میں نے تمہیں دی ہے۔ میرے دوستو! ایک تو ہے ہمارا آپ لوگوں سے بات کرنا اور ایک ہے آپ لوگوں کا یہی بات اپنے عملہ سے کرنا، پھر آپ کا وہ عملہ جس کو دعوت دے وہ بھی اسی بات کو کہے، تب تو بات آگے بڑھے گی، یعنی ہم امت کو اعمال پر لا رہے ہیں یا دعوت پر لا رہے ہیں۔ میں تو یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ہم اپنی ساری محنت سے امت کو اعمال پر لا رہے ہیں۔ نہیں میرے دوستو! امت کو دعوت پر لے آؤ، عمل پر خود آجائے گی، جس کو اعمال پر لے آئے وہ دعوت پر نہ آئے گا اور جس کو دعوت پر لے آئے وہ عمل پر آجائے گا۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے تھے، جب امت میں سے دعوت نکلی تو امت میں سے دین نکلا، کہ نبی آئے، دعوت آئی، دین آیا، نبی گئے، دعوت گئی، دین گیا۔ میں سب دیکھتا رہتا ہوں، سنتا رہتا ہوں، ساری ترغیب عمل کی عمل کی، میں نے حیدر آباد والوں سے کہا کہ بھئی اللہ کے راستے میں نکل کر ایک نماز پر سات لاکھ گنا اور اڑنچاس کروڑ گنا اجر ملتا ہے، تو میں نے کہا، ہمارا مجمع یوں سمجھ رہا ہے، اور اللہ معاف فرماوے ہمیں، ہمارا پرانا مجمع بھی یہی سمجھ رہا ہے کہ اس سے اعمال کے فضائل بتائے جا رہے ہیں، حالانکہ اس سے اعمال کے فضائل نہیں بتائے جا رہے ہیں، بلکہ اس سے اس راستے کے فضائل بتائے جا رہے ہیں۔ آپ حضرات مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بیانات دیکھیں، ان کا مطالعہ ہو، تا کہ ہمارے بیانات کی سطح بلند ہو، اونچی اونچی دعوت دو، اور اونچے اونچے عزائم کراؤ۔

بس اب تو آپ حضرات سے یہی کہنا ہے کہ قربانیاں بڑھالو سب کچھ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کمی، کوتاہیاں معاف کردے گا، لیکن اس میں میرے دوستو! جو ناگواری پیش آوے اسے برداشت کرلو اور اپنے آپ کو مکلف کرو کہ اپنی ذات کو مکلف کریں

گے ہم۔ جو اپنی ذات کو مکلف کرے گا اللہ پاک اس کو نوازیں گے۔ جو میرے دوستو، قربانی میں آگے بڑھتے ہیں انہیں اللہ کا قرب ملتا ہے۔ جو قربانی میں پیچھے ہو گئے، وہ کام میں پیچھے ہو جائیں گے۔ جو قربانی میں آگے ہوں گے وہ قریب ہوں گے، جو قربانی میں پیچھے ہوں گے وہ پیچھے کردیئے جاویں گے اور ایسے آزار پیش آویں گے جو انہیں خود ہی پیچھے گھسیٹ لیں گے۔ ایسا بھی نہیں کہ کوئی انہیں پیچھے کرنے کے لئے ہاتھ لگاوے۔ ایسے حالات، ایسے اسباب اللہ حفاظت فرماوے، پیش آجاتے ہیں کہ آدمی اس میں آہستہ آہستہ پیچھے ہو جاتا ہے۔ فرمایا، قربانیوں میں، ناگواریوں میں جو گزرے گا اس راستے سے، اللہ تعالیٰ اسے قرب دیں گے، نوازیں گے اسے۔ تو اس راستے کی ناگواری کو برداشت کرو اور قربانی کی سطح کو بڑھاؤ۔ قربانی کی سطح بڑھانا کسے کہتے ہیں؟ یوں کہیں کہ قربانی کی سطح بڑھانا اسے کہتے ہیں کہ ہر کام کرنے والا یہ دیکھے کہ میں کس سطح پر ہوں، میں کس سطح پر چل رہا ہوں، جو جس سطح پر ہے اس سطح سے آگے وہ بڑھے گا، جس کی نگاہ اپنی کوتاہیوں پر ہوگی وہ قربانی میں آگے بڑھے گا۔ یہ اس کام کا اصول ہے۔ جس کی نگاہ اپنی قربانیوں پر ہوگی اس کے اندر فخر پیدا ہوگا اور فخر جو ہے اس کے اندر کبر لاوے گا، پھر وہ اپنا مقام چاہے گا۔ اس لئے کبھی اپنی قربانیوں پر نگاہ نہ رکھو، بلکہ اپنی کوتاہیوں پر نگاہ رکھیں۔ اس سے اصلاح بھی ہوتی رہے گی اور ترقی بھی ہوتی رہے گی۔ تربیت بھی، ترقی بھی کوتاہیوں پر نگاہ رکھنے میں، اور قربانی پر نگاہ رکھنے میں تکبر آوے گا۔ ہم ہر چیز اپنی ذات کے لئے مکلّف کرلیں تو یہ چیز ہمیں آگے بڑھاوے گی۔

اسی آدمی کی ترغیب مؤثر ہوگی جو تکلیف اٹھاوے گا۔ کام کرنے والوں کا ناگواریاں برداشت کرنا اور تکلیف اٹھانا، یہ ان کی ترغیب کو مؤثر بنادے گا اور اگر اس کا الٹا ہو گیا کہ

تکلیف دوسروں کے لئے تو ہماری بات میں تاثیر نہیں رہے گی۔

میرے دوستو، بزرگو! ہمیں اپنی قربانیوں کو بڑھانا ہے۔ دیکھو دو مرتبہ بچے کی پٹائی ہوتی ہے، اگر بچہ اسکول جانے میں دیر کردے۔ ایک گھر پر اور ایک اسکول میں، اسکول میں ماسٹر ماریں گے کہ اسکول دیر میں کیوں آئے اور گھر پر ابا ماریں گے کہ اتنی دیر ہوگئی اسکول کیوں نہیں گئے۔ تو میرے دوستو! ایک قربانی ہے اس کام میں آنے کے لئے اور ایک قربانی ہے گھر سے نکلنے کی، اب تقاضے ملکوں کے ہیں، اس کے ارادے کرو، نیتیں کرو۔ سال کا چلّہ، مہینے کے تین دن، ہفتے کے دو گشت، روز کے کم سے کم ڈھائی گھنٹے، اس کو تو مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ تو اپنی ذاتی زندگی میں دین لانے کے لئے ہے۔

میرا تو آج یہ جی چاہتا تھا کہ آپ حضرات کو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے چھ نمبر سناتا جو الفرقان میں چھپے ہوئے ہیں، لیکن آپ حضرات سے درخواست یہ ہے کہ الفرقان میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جو ہدایات چھپی ہوئی ہیں، حضرت جی نمبر، ۱۹۶۵ء کا ہے اسے آپ حضرات بار بار، بار بار پڑھیں۔ میں صاف بات عرض کروں آپ سے، کہ اس میں آپ کو یہ ملے گا کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے گشت کا عنوان نماز کو نہیں قرار دیا ہے، بلکہ گشت کا عنوان دعوت کو قرار دیا ہے۔ پھر عبادت کو بھی گشت کا عنوان نہیں قرار دیا ہے۔ گشت کا عنوان اس میں آپ صاف دیکھیں گے کہ گشت کا عنوان دعوت کو قرار دیا ہے اور یوں فرمایا کہ اگر ضرورت محسوس کرو تو نماز کو بہانہ بنالو، کیونکہ نماز کا مسلمان انکار نہیں کریگا، اسے پڑھو الفرقان میں چھپا ہوا ہے۔ میں نے تو باقاعدہ لکھنؤ خط لکھ کر منگوایا ہے۔

وہ آپ حضرات کے پاس ہونا چاہئے، اسمیں بہت ہدایات ہیں اور بہت واضح

ہیں، ہدایتی خط ہے جماعتوں کے نام۔ اس میں جو ہدایات دیکھو گے تو کام آسان ہوگا اور اگر سوالات اٹھاؤ گے تو سوالات کا دین بہت مشکل ہوتا ہے۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور ﷺ نے کثرت سوال سے روکا ہے۔ یہ سوال کام کو مشکل بنائیں گے۔ مسجد وار جماعت کا مذاکرہ یہ اتنا آسان کام ہے، لیکن یہ کام آسان تب ہے جب اس کے لئے وقت فارغ ہو۔ اب دعوت کی ذمہ داری کو سمجھو اور قربانیاں بڑھاؤ۔ ہر سال چار چار مہینے کی نیتیں کرو۔

ISBN 938122802-7
9789381228029
#fbd 000016

فائز بک ڈپو
FAAIZ BOOK DEPOT ™
232, Basement, Near Karim Hotel, Hazrat Nizamuddin
West, New Delhi-110 013 (INDIA)
Ph.: 011-41825856 • Fax: 011-24353414
Visit us : www.faaizbook.com - www.zonexexport.com
Email: faaizbook@gmail.com
An ISO 9001: 2008 Certified